طالب و موہنی

مہاراشٹرا کے ایک تاریخی شہر پرینڈہ کی پرانی داستان عشق

جس کو

سید محمد واله موسوی

(متوفی ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء)

نے

حیدرآباد دکن میں ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء سے قبل منظوم کیا

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

معتمد اعزازی ادارۂ ادبیات اردو

۱۳۷۶ھ

۱۹۵۷ء

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو۔ نشان ۲۴۳

طالب و موہنی

مہاراشٹرا کے ایک تاریخی شہر پرینڈہ کی پرانی داستان عشق
جس کو

سید محمد والہ موسوی

(متوفی ۱۱۸۴ھ / ۱۷۷۰ء)

نے

حیدرآباد دکن میں ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء سے قبل منظوم کیا

مرتبہ
ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
معتمد اعزازی ادارۂ ادبیات اردو

۱۳۷۶ھ
۱۹۵۷ء

مطبوعہ :- نیشنل فائن آرٹ پرنٹنگ پریس۔ چار منار۔ حیدرآباد۔

ملنے کا پتہ :- سب رس کتاب گھر۔ خیرت آباد۔ حیدرآباد (آندھرا)

قیمت : ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

طالب و موہنی

از سید محمد واله موسوی

فہرست مندرجات

وخمار برامد کاین جان جهانست الحمد لله که دستور نظم
باتمام رسید واین لآلی منتشره در سلک بیان منتظم گردید
گمان ندارم هیچ وزنی از اوزان مانوسهٔ فارسی که در
ترازوی خیال سنجیده شود از این ضوابط بیرون باشد از دانشوران
سخن گستر وسخن گستران دانشور ملتمس است که چون از مطالعهٔ
این مختصر شگفته خاطر گردند درحق مولف بدعای خیر کوشند
واگر سهو وخطائی بنظر آید ازان چشم پوشند واز اصلاح آن
چشم نپوشند والصلوة علی نبینا وسیدنا محمد وآله وصحابه
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بیست وپنجم ربیع الثانی

سنه ۱۱۵۴ بدست مولف

اتمام تحریر یافت

دستور نظم مکتوبہ مولف والہ کا آخری صفحہ

سیّد محمّد واله موسوی

تمہید

ادارۂ ادبیات اردو کے کتب خانہ میں اردو اور اس سے متعلق جو قدیم و جدید شہکار نظم و نثر محفوظ ہیں ان میں سے سات سو قلمی کتابوں کی وضاحت اس کتب خانہ کے تذکرۂ مخطوطات کی تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور چوتھی اب زیر طبع ہے۔ لیکن تیسری جلد کے دوران ترتیب میں جب سید محمّد واله موسوی کی اردو مثنوی طالب و موہنی کتب خانہ مخطوطات کے نشان (۶۴۹) پر زیر مطالعہ آئی اور میں نے اس کی تفصیلات لکھنے کے لئے تاریخی کتب کی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ واله حیدرآباد کے ایک علم دوست اور نامور عہدہ دار سیّد محمّد مہدی نواب مہدی نواز جنگ (سابق معتمد مہاراجہ یمین السلطنت شاد اور حال وزیر آندھرا پردیش) کے جد امجد تھے۔ خیال آیا کہ ان کے یہاں بھی واله کی کتابیں وراثتاً موجود ہوں گی، اس لئے ان سے ملاقات کی۔

انھوں نے از راہ عنایت واآلہ اور ان سے متعلق جملہ قلمی و مطبوعہ کتب جو اُن کے یہاں تھیں دکھائیں اور ایک ملاقات میں یہ بھی فرمایا کہ میں یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ ان کے اعزہ کے یہاں بھی ان کے خاندانی بزرگوں کی جو کتابیں موجود ہیں ان کو ادارے میں داخل کر کے محفوظ کرانا چاہتا ہوں۔ میں نے اس خیال کی تائید کی اور واآلہ سے متعلق اپنی ضرورت کے مطابق معلومات حاصل کرلیں۔

اس تحقیق کے سلسلہ میں مجھے معلوم ہوا کہ واآلہ دکن کے ان شاعروں اور ادیبوں میں سے ہیں جن کے بارے میں کافی معلومات اس وقت تک محفوظ ہیں اور بعض گوشے اب تک منظر عام پر نہیں آئے ہیں۔ مگر اس کا افسوس رہا کہ طالب و موہنی کا کوئی نسخہ نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں بھی موجود نہیں ہے اور نہ حیدرآباد یا ہندوستان کے کسی اور کتب خانے میں اس کے موجود ہونے کا پتہ چلا۔ چونکہ اس کے بارے میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور مولوی نصیر الدین ہاشمی جیسے قدیم ماہرینِ ادبیاتِ دکن کی تحریروں میں کچھ غلط فہمیاں نظر آئیں اس لئے میں نے ادارے کے اس مخطوطہ کا گہرا مطالعہ کیا۔

محسوس ہوا کہ یہ ایک اہم اردو مثنوی ہے اور اس کی اشاعت سے اردو کے لسانی ارتقاء کے سمجھنے میں بڑی سہولت ہوگی کیونکہ یہ ایک ایسے دور میں لکھی گئی ہے جب کہ معیاری دکنی زبان زوال پذیر

ہونے لگی تھی اور شمالی ہند کی اردو کے اثر و اقتدار سے دکن کے ادیبُ
شاعر پوری طرح روشناس نہیں ہو سکے تھے۔ خود واؔلہ دکن میں نووارد
تھے اور ان کی زبان پر دکنی کا اثر اچھی طرح غالب نہ ہونے پایا تھا۔
البتہ دکنی ادب کے مطالعہ کا اُن کو موقع ملا تھا اور وہ دکنی بولنے والوں
کی تہذیب و شائستگی اور اس زبان کی لطافت اور لوچ سے واقف
ہو چکے تھے۔ حسن اتفاق سے ان کی بیوی گولکنڈے کے ساتویں بادشاہ
عبداللہ قطب شاہ کے عالم و فاضل داماد سید احمد کی پوتی تھیں۔
اس طرح حیدرآباد آنے کے بعد سے وہ اِسی زبان کے بولنے والوں
میں گھرے ہوئے تھے اور یہ مثنوی انھوں نے دکنی زبان میں لکھنے
کی کوشش کی اگرچہ ان کو اس کا اعتراف ہے کہ ع

کہاں میں اور کہاں دکنی یہ باتاں

یوں تو دکن کے جملہ ادبی شہکار اس وقت تک محفوظ اور مقبول
تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابن نشاطی کی مثنوی پھول بن کی مقبولیت
ان کے عہد میں عروج پر تھی لیکن یہ مثنوی واؔلہ کو پسند نہ آئی اور
در اصل اسی کے جواب میں انھوں نے طالب و موہنی لکھی
ہے اور اس میں کسی فرضی قصے یا ایران و توران کے مافوق الفطرت
صنمیاتی یا نیم تاریخی افسانے کا ترجمہ کرنے کی جگہ خود ہندستان
ہی کے ایک واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ اورنگ آباد اور احمدنگر کے
جنوب میں موجودہ عثمان آباد کے قریب قلعہ پرینڈہ ایک مشہور
تاریخی مقام تھا جس کو واؔلہ نے خود بھی دیکھا تھا اور اس کی بڑی

تعریف کرتے ہیں۔ وہیں ایک بوڑھے برہمن نے ان کو طالب و موہنی کے معاشقہ کا واقعہ سنایا تھا جو ان کے ذہن میں محفوظ رہ گیا۔ بعد کو جب وہ حیدرآباد آئے اور پھولبن کی مقبولیت دیکھی تو اس کے جواب میں طالب و موہنی لکھ کر پیش کی جس کو وہ پھولبن سے زیادہ رنگین قرار دیتے ہیں۔

اس مثنوی طالب و موہنی کی اشاعت سے قدیم اردو کے محققین کو بحث و تحقیق کے لئے ایک نیا موضوع دستیاب ہوگا اور جہاں ابن نشاطی کی پھولبن سے اس کا مقابلہ کیا جا سکے گا، میر تقی میر کی دریائے عشق سے بھی اس کا موازنہ ہو سکے گا جو اسی کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ حسن اتفاق سے یہ دونوں پہلے ہی چھپ چکی ہیں اور اب طالب و موہنی کے چھپ جانے سے زنجیر کی سب کڑیاں مربوط ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک درمیانی کڑی تھی جو اب تک نظروں سے اوجھل تھی۔ اس کی اشاعت سے میر کی دریائے عشق کا سلسلہ ابن نشاطی کی پھولبن تک پہنچ جاتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو ادب اور زبان کا ارتقاء زماں و مکاں کی دوریوں کے باوجود فطری مدارج سے گذرتا رہا ہے۔

۱۲؍جون ۱۹۵۷ء — سید محی الدین قادری زورؔ

واؔلہ کے حالاتِ زندگی

سیّد محمدؐ واؔلہ، سید محمدؐ باقر موسوی خراسانی کے فرزند تھے اور اپنے باپ کی وفات کے بعد عالم شباب میں اپنے وطن شہر قُم سے نکلے۔ چند روز لاہور میں قیام کیا، پھر دہلی چلے آئے۔ انھوں نے اپنے والد ہی سے تعلیم و تربیت پائی اور شعر و سخن میں اصلاح لی۔ دلی میں شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۱۹ھ-۱۱۲۴ھ) نے واؔلہ کو شاہی منصبداروں میں شامل کرلیا۔ جب نظام الملک آصفجاہ کو ان کے علم و فضل اور ذہن و ذکا سے واقفیت ہوئی تو انھوں نے واؔلہ کو اپنا رفیق صحبت بنالیا اور اپنے ساتھ دکن لے آئے۔ مختلف مقامات پر ٹھیرتے ہوئے آخرکار واؔلہ آصف جاہ ہی کے ساتھ ۱۱۳۶ھ م ۱۷۲۳ء میں حیدرآباد آئے۔ آصفجاہ نے جب انورالدین خاں شہامت جنگ کو حیدرآباد کا ناظم مقرر کیا تو واؔلہ کو بھی ان کا رفیق مقرر کرکے حیدرآباد میں تعینات کردیا اور اس شہر سے قریب سرکار گھن پورہ میں ایک جاگیر بھی عنایت کی۔

حیدرآباد میں واؔلہ سید منصور ولد سید نظام الدین احمد داماد عبداللہ قطب شاہ کی لڑکی سے شادی کر کے قیام پذیر ہوئے اور اطمینان سے تصنیف و تالیف میں منہمک ہو گئے۔ شاید انہی کی کوشش سے نواب انورالدین خاں کے فرزند سید محمدؐ علی خاں سراج الدولہ والا جاہ سے سید منصور کی دوسری لڑکی نواب بیگم کا ۱۱۴۵ھ میں عقد ہوا۔ اس طرح واؔلہ اور نواب انورالدین خاں میں قرابت بھی ہو گئی اور غالباً اسی رشتہ کے باعث جب آصفجاہ نے انورالدین خاں کو ارکاٹ کا صوبہ دار مقرر کر کے روانہ کیا تو واؔلہ کو بھی ان کے ساتھ ارکاٹ میں متعین کر دیا۔ چنانچہ وہ بھی حیدرآباد چھوڑ کر ارکاٹ گئے اور آخر عمر تک وہیں رہے۔ جب محمدؐ علی خاں والا جاہ کو ان کے والد نے ترچناپلی کی حکومت تفویض کی تو واؔلہ کو ان کا نائب مقرر کیا۔ اس لئے واؔلہ ترچناپلی چلے گئے اور وہیں کم و بیش ۲۸ سال قیام کر کے ۱۱۸۲ھ م ۱۷۷۰ء میں وفات پائی اور تالاب کے کنارے مدفون ہوئے۔ ان کا چھوٹا سا مقبرہ ترچناپلی میں شکستہ حالت میں اب تک موجود ہے۔ ترچناپلی میں جب والا جاہ کی فوج کو انگریزوں نے تربیت دی اور انگریزی وردی پہنائی تو واؔلہ اس فوج کے کمانڈر تھے اور پہلے ہندوستانی تھے جس نے انگریزی وردی پہنی تھی۔

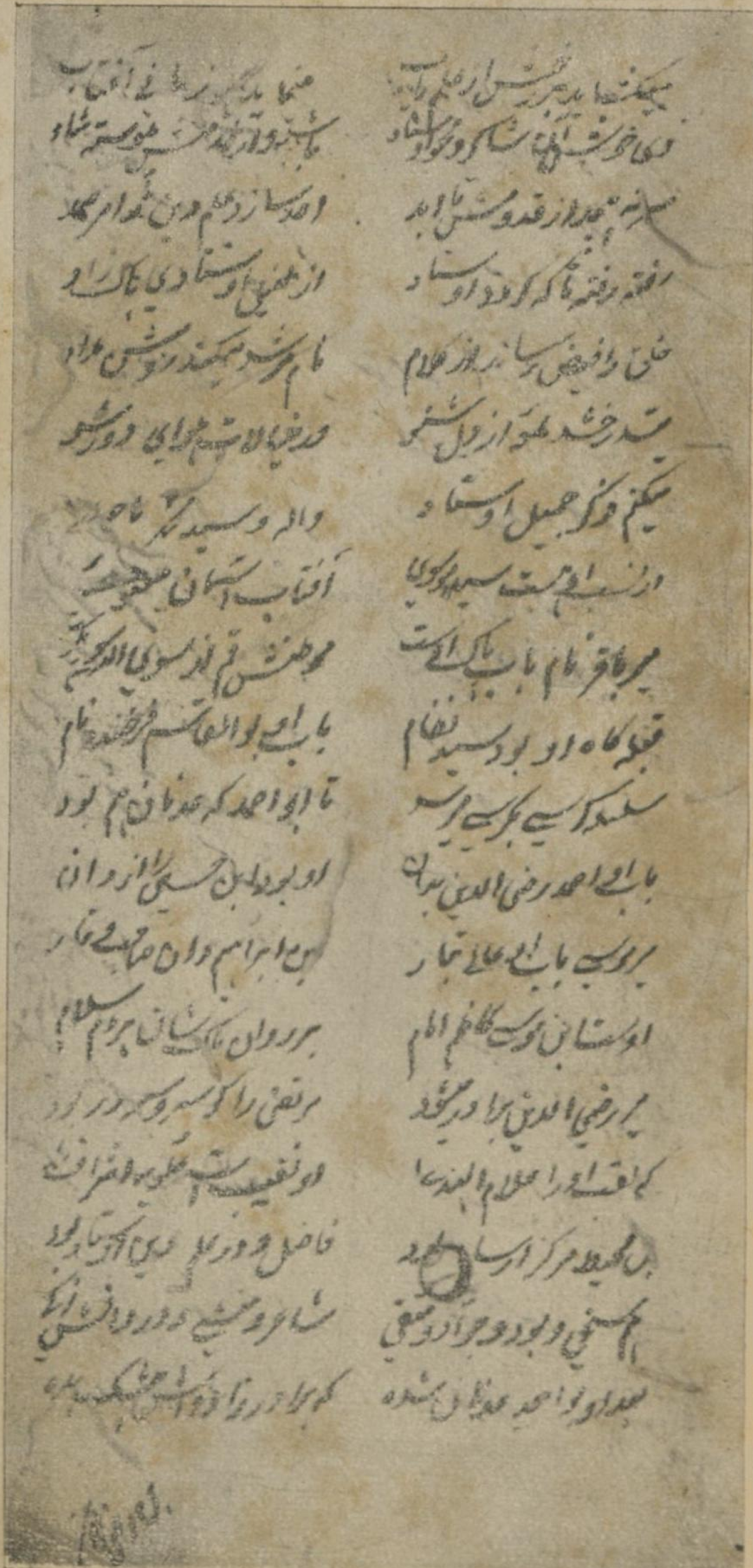
واؔلہ کے ایک ہی فرزند سید محمدؐ مہدی تھے جو والا جاہ

کے بعد اُن کے خاندانی جھگڑوں میں پھنس کر پریشان حال رہے۔ اور ان کے لڑکے سید علی رضا اور بنیرے سید قنبر علی ترچنا پلی چھوڑ کر مدراس چلے آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ سید قنبر علی کے فرزند سید عباس علی" نواب ناصر الدولہ (۱۲۴۴ھ-۱۲۷۳ھ) کے عہد میں حیدرآباد آئے۔ نواب افضل الدولہ (۱۲۷۳ھ - ۱۲۸۵ھ) نے ان کو اپنے منصبداروں کے زمرہ میں شامل کرلیا۔ انہی کے فرزند نواب مہدی نواز جنگ سید محمد مہدی ہیں جو سالہا سال تک مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنۃ کے دور میں معتمد باب حکومت حیدرآباد رہے اور آج کل حکومت آندھرا پردیش میں وزیر ہیں۔

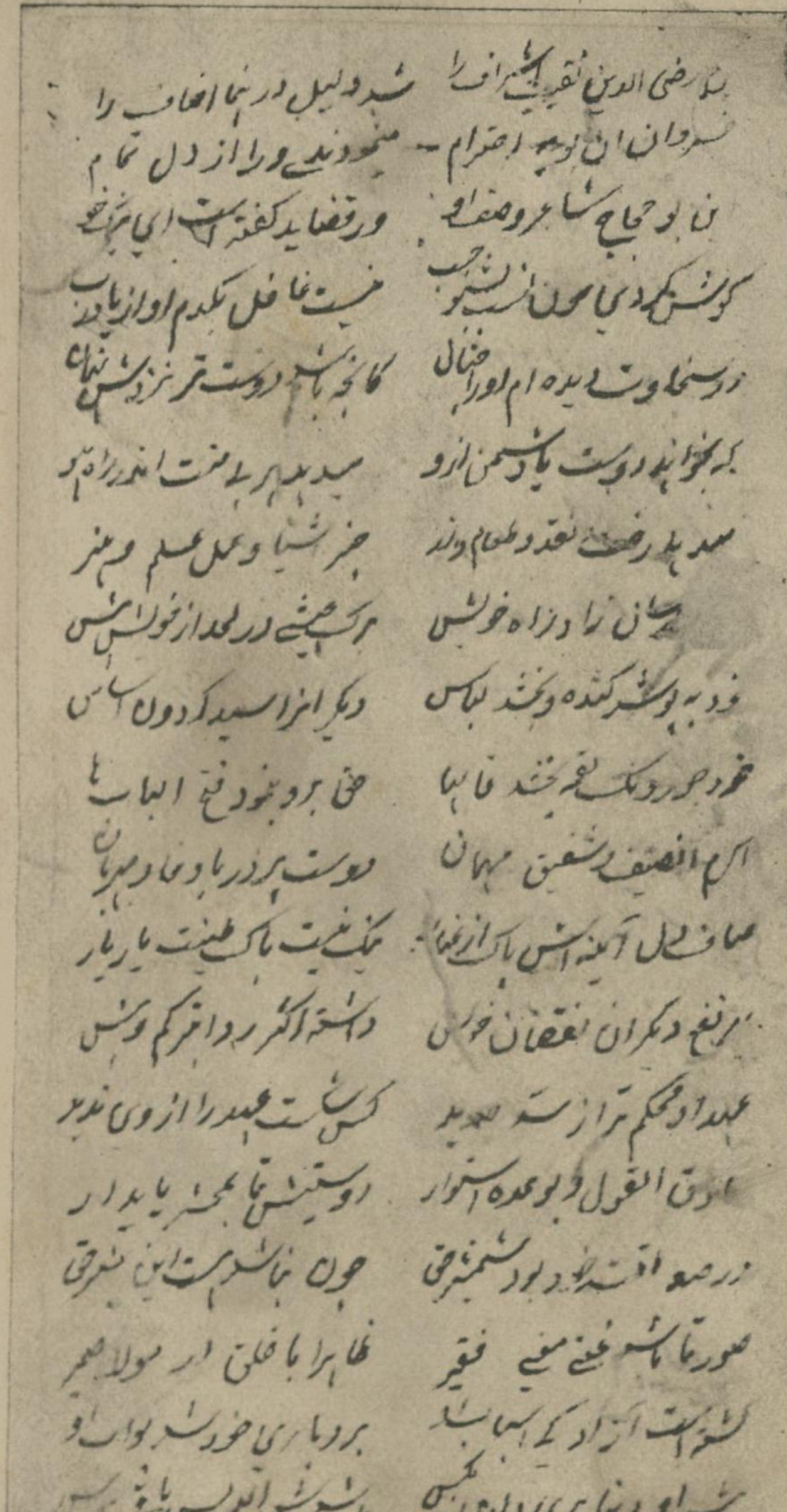
واقف ایک مرنج و مرنجان ادیب و شاعر تھے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں میں مقبول تھے۔ صوفی مشربی اور زندہ دلی کی وجہ سے ہمعصروں میں ممتاز اور ہر دلعزیز رہے۔ اکثر شاعر اور ادیب ان سے فیض یاب ہوئے اور مدراس میں ان کے تلامذہ کے سلسلے دور دور تک پھیل گئے۔ ان کے حالات متعدد تذکروں مثلاً تحفۃ الشعراء (۱۱۶۶)، گلدستۂ کرناٹک، گلزار اعظم، مدراس میں اردو، یورپ میں دکنی مخطوطات، محبوب الزمن جلد دوم، اردوئے قدیم، عثمان نامہ وغیرہ میں شائع ہوچکے ہیں۔ حکیم شمس اللہ قادری نے ایک مختصر سا رسالہ ان کے حالات میں الگ بھی شائع کیا تھا۔

واؔلہ کے ایک شاگرد شاہ محمدؐ تقی ہمدم نے اپنی کتاب لمعات الشمس میں ان کے اور ان کے خاندان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں جن کا اردو ترجمہ لطیف النسا بیگم ایم۔ اے نے احوال سید محمدؐ واؔلہ کے عنوان سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ اس فارسی کتاب کا ایک مخطوطہ نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واؔلہ کے دادا سید نظام ابن ابوالقاسم ابن میرابوتر ابو احمد عرفان کی اولاد میں تھے جو فرزند تھے احمد رضی الدین ابن حسین ابن موسیٰ ابن ابراہیم ابن امام موسیٰ کاظم کے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کے انہی بنیرے موسیٰ ابن ابراہیم ہی کی اولاد میں راقم الحروف کے جد امجد حضرت سید علی سانگڑے سلطان مشکل آسان رفاعی القندھاری تھے۔ چنانچہ حضرت سید علی کے جد امجد ابی الحسن احمد ابن موسیٰ حقیقی بچا تھے احمد رضی الدین ابن حسین ابن موسیٰ کے۔

واؔلہ کے جد امجد احمد رضی الدین ابن حسین ۳۵۹ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ اور ان کے بھائی سید علی مرتضیٰ خلافت عباسیہ میں اپنے علم و فضل اور تقدس کی وجہ سے بڑا رتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام کے خطبات و مقالات انہی سید رضی نے کتاب نہج البلاغت میں جمع کئے تھے۔



کتاب لمعات الشمس کا درمیانی صفحہ
جس پر والہ کا شجرہ نسب درج ہے



کتاب لمعات الشمس کا ایک اور صفحہ جس پر
رضی الدین جد امجد والم کے حالات درج ھیں

والہ کی تصنیفات

والہ اپنے عہد کے بہت بڑے مصنف اور شاعر اور انشاء پرداز و نقاد تھے۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے اور اچھے خطاط بھی تھے۔ ان کی حسب ذیل تصنیفات کا اب تک پتہ چلا ہے۔

۱۔ دستور نظم — ۱۱۴۰ھ میں بمقام حیدرآباد علم عروض پر یہ کتاب لکھی تھی جس میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں۔ چنانچہ پہلے باب میں اوزان اور بحروں سے بحث کی ہے۔ اس کا ایک خوش خط نسخہ خود والہ کا مکتوبہ نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں موجود ہے جس کے ترقیمہ میں لکھا ہے۔

"بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۱۱۵۴ھ بدست مولف اتمام تحریر یافت"

اس کتاب کا ایک اور مخطوطہ بھی نواب صاحب موصوف کے یہاں ہے جو کرنول میں ۱۲۴۷ھ میں سید راز اللہ عرف صاحب پیراں نے نقل کیا تھا۔ ان نسخوں کے علاوہ اس کتاب کے مخطوطے برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری اور ایشیاٹک سوسائٹی میں بھی محفوظ ہیں۔

۲۔ اساس الایمان ۱۱۴۵ھ میں یہ ضخیم کتاب بھی حیدر آباد میں تالیف کی گئی تھی۔ اس میں دوازدہ ائمہ معصومین کے حالات لکھے گئے ہیں جو ۲۴ ہزار اشعار پر مشتمل ہیں۔ اس کا مخطوطہ بھی خود واله کا لکھا ہوا نواب مہدی نواز جنگ بہادر کے یہاں محفوظ ہے۔ اس کے ترقیمہ میں واله نے لکھا ہے

"کاتبہٗ و مولفہ عبدالاحقر سید محمد ابن محمد باقر الحسینی الموسوی عفی اللہ جرائمہ سلخ شعبان المعظم ۱۱۴۶ھ بدست مولف اتمام تحریر یافت۔"

اس کتاب کا سنہ تالیف واله نے اس مصرعہ میں لکھا ہے ع

گفت ہاتف گشت ایماں را اساس

واله ادیب و شاعر ہونے کے علاوہ ایک عمدہ خطاط اور اعلیٰ پایہ کے خوشنویس بھی تھے جیساکہ ان کی مکتوبہ ان کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ قانونچہ انشاء فن انشاء کے اصول و قواعد پر ایک مختصر رسالہ ہے جس کے مخطوطے کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد اور کتب خانہ خیر خواہ اسلام مدراس میں موجود ہیں۔

۴۔ کشف الرموز تصوف کے موضوع پر یہ رسالہ حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کے کلام کی تشریح و توضیح میں لکھا تھا۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

۵۔ درمکتوم | نعمت خانِ عالی نے کامگار خان کی شادی سے متعلق جو زوال حیدرآباد کے بعد ۱۰۹۹ھ میں سید مظفر وزیر سلطان ابوالحسن تاناشاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی اکیس شعر کا ہجریہ قطعہ لکھا تھا۔ والہ نے اس قطعہ کی شرح لکھی ہے۔ واقعات شادی بیان کرنے کے علاوہ نعمت خاں عالی کے کلام کے حسن و قبح کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ بھی خود والہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

۶۔ عین تماشا یعنی مرغ نامہ | مرغوں کی اقسام، پرورش و نگہداشت، طور و طریق، امراض کے اسباب و علامات اور علاج و ادویہ کے بارے میں یہ رسالہ لکھا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ خود مصنف کا لکھا ہوا نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں اور ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے۔

۷۔ کبوتر نامہ | اس میں بھی مرغ نامہ کی طرح کبوتروں کی نسبت معلومات قلمبند کر دی ہیں۔ اس کا ایک نسخہ جو والہ کا قلمی ہے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

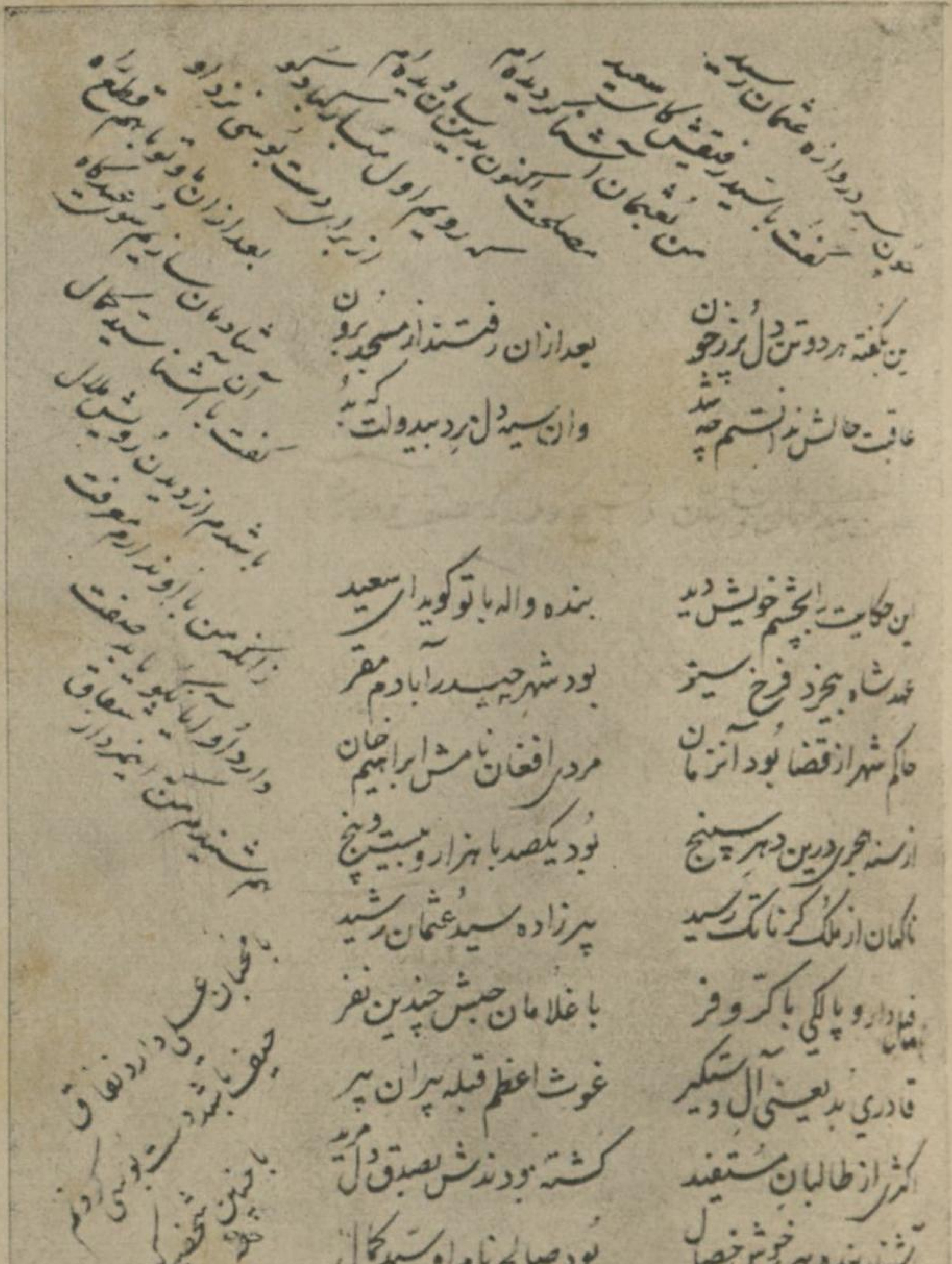
۸۔ نجم الہدیٰ | تصوف اور سلوک و ہدایات کے متعلق مثنوی مولانا روم کی بحر میں ایک ضخیم کتاب ہے جس کا ایک مطبوعہ نسخہ نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں محفوظ ہے۔

٩۔ گلستان خیال یعنی دیوان فارسی یہ کتاب بڑی سائز کے (۲۸۵) صفحات پر مشتمل ہے۔

اس دیوان کا مکمل مخطوطہ نہ معلوم کہیں محفوظ ہے یا نہیں لیکن عبدالجبار خاں نے تذکرۂ محبوب الزمن میں واؔلہ کے حالات کے بعد ان کے دیوانِ فارسی کا ایک اچھا خاصہ انتخاب شائع کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ منشی سورج بھان (شمس الحق) مکیش تھانوی نے ایک کتاب توحید الوجود کے سلسلہ میں واؔلہ کی متعدد غزلیں منتخب کر کے درج کر دی ہیں۔ یہ کتاب ادارۂ ادبیات اردو کے مخطوطات میں نمبر (۳۴۳ ب) پر موجود ہے اور اس کی تفصیلات تذکرۂ مخطوطات جلد دوم میں صفحہ ۹۰ پر شائع ہوئی ہیں۔ واؔلہ کے شاگرد محمد تقی ہمدم نے اپنی کتاب لمعات الشمس میں لکھا ہے کہ اس دیوان میں قصیدے، مخمس، رباعیاں غرض جملہ اصناف سخن میں کلام موجود ہے۔

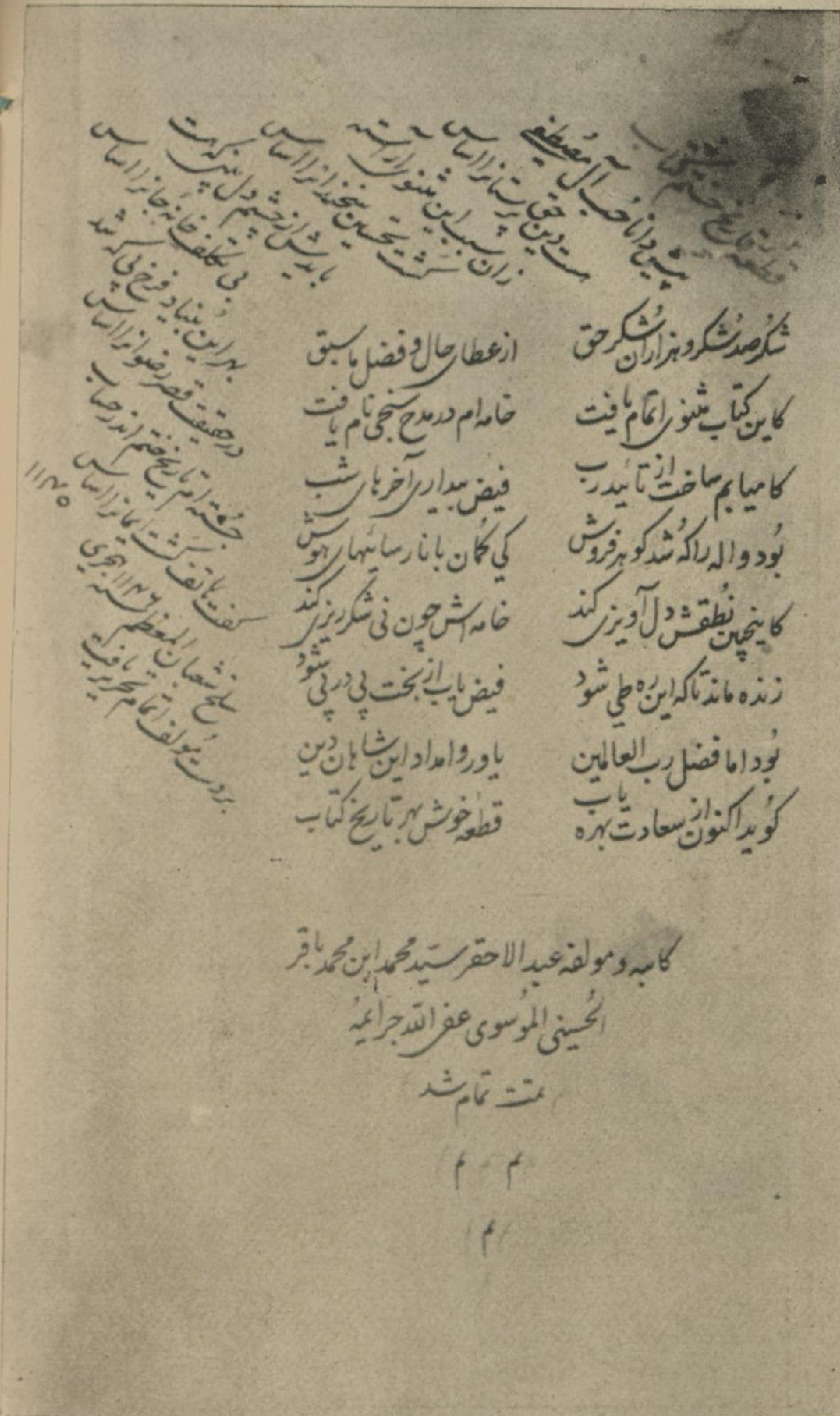
١٠۔ رازق باری خالق باری کے طرز پر تعلیم اطفال کی غرض سے یہ مثنوی لکھی تھی جو ١٢٩٠ھ میں مطبع مظہر العجائب مدراس سے شائع ہو چکی ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ رسالہ سید محمد واؔلہ موسوی کی تالیف نہیں ہے لیکن اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

١١۔ طالب و موہنی جس کی تفصیلات آگے درج ہیں۔



این بگفته هر دو تن دل پر ز خون / بعد از آن رفتند از مسجد برون
عاقبت حالش بدانستم چه شد / وان سیه دل نزد بد دولت کشید
این حکایت را بچشم خویش دید / بنده واله با تو گوید ای سعید
عهد شاه بهجت فرخ سیر / بود شهر حیدرآباد مقر
حاکم شهر از قضا بود آن زمان / مردی افغان نامش ابراهیم خان
از سنه هجری درین دهر سپنج / بود یکصد با هزار و بیست و پنج
ناگهان از ملک کرناتک رسید / پیرزاده سید عثمان رشید
فیلدار و پالکی با کر و فر / با غلامان حبش چندین نفر
قادری بد یعنی آل دستگیر / غوث اعظم قبله پیران پیر
اکثر از طالبان مستفید / گشته بودندش بصدق دل مرید
آشنای بنده پیری خوش خصال / بود صالح نام او سید کمال
دوستدار اهل بیت پاک بود / در قیام بندگی چالاک بود
روز عید الفطر چون شد از قضا / پیر سید با رفیقی آشنا
می نمودن خواست وقت صبحگاه / برادای فرض سوی عیدگاه

کتاب احساس الایمان مکتوبہ والہ کا درمیانی صفحہ



قطعه در تاریخ ختم مثنوی

مثنوی واله حب آل مصطفی
هست دین حق بنا از اساس
زان سبب این مثنوی از اساس شد
گشت تحسین بخش از چشم دل بین برکت
با بدیل از چشم جان از اساس
بی تکلف خانه جان کرد شد
بهر این بنیاد و فرخ بی کرامت
در حقیقت قصر ضو از اساس
جفت شد از بهر تاریخ ختم اندر حساب
گفت هاتف گشت بانیاز اساس ۱۱۴۵
ختم شعبان المعظم ۱۱۴۲ سنه هجری
بدست مولف از اتمام تحریر یافت

شکر صد شکر و هزاران شکر حق — از عطای حال و فضل ما سبق
کاین کتاب مثنوی اتمام یافت — خامه‌ام در مدح سنجی نام یافت
کامیابم ساخت از تایید رب — فیض بیداری آخرهای شب
بود واله را که شد گوهر فروش — کی گمان با نارسایی‌های هوش
کاینچنین نطقش دل آویزی کند — خامه‌اش چون نی شکرریزی کند
زنده ماند تا که این ره طی شود — فیض یاب از بخت پی در پی شود
بود اما فضل رب العالمین — یاور و امداد این شاهان دین
گوید اکنون از سعادت بهره یاب — قطعه خوش بهر تاریخ کتاب

کاتبه و مؤلفه عبد الاحقر سید محمد ابن محمد باقر
الحسینی الموسوی عفا الله جرائمه
تمت تمام شد

م م
م

کتاب اساس الایمان کا آخری صفحہ

مثنوی طالب و موہنی کی تفصیلات

اس اردو مثنوی کے اب تک صرف دو مخطوطے ملے ہیں۔ ایک تو انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور دوسرا مخطوط ادارے کے قلمی کتب خانہ میں موجود ہے۔ خود واؔلہ کے بنیرے نواب مہدی نواز جنگ کے یہاں بھی اس کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ انڈیا آفس کے نسخہ کی نسبت مولوی نصیرالدین ہاشمی صاحب نے اپنی کتاب یورپ میں دکنی مخطوطات میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

طالب و موہنی ۱۱۵۰ھ کے قریبی زمانہ میں حیدرآباد ہی میں لکھی گئی جب کہ واؔلہ عبداللہ قطب شاہ کے داماد سید احمد کی پوتی سے شادی کے بعد مقیم ہو گئے تھے اور دکنی شاہکاروں کے مطالعہ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ اس کا خلاصہ ہاشمی صاحب نے اپنی کتاب "مدراس میں اردو" میں (صفحات ۲۵-۲۶ پر) شائع کر دیا ہے اور صفحہ ۲۹ پر یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ "میر تقی میرؔ کی مشہور مثنوی دریائے عشق واؔلہ ہی کی اس مثنوی پر مبنی ہے"۔ اگرچہ میرؔ نے اس کا اظہار نہیں کیا لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ میرؔ کی نظر سے واؔلہ کی طالب و موہنی گذری ہو۔ میر عبدالولی عزلت کی دکنی بیاض سے

تذکرۂ نکات الشعراء کی ترتیب میں استفادہ کرنے کا تو انھوں نے ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ مثنوی بھی عزلت کی ان کتابوں میں شامل ہو جو وہ دکھن سے اپنے ساتھ شمالی ہند کو لے گئے تھے اور جو میر کو دکن کے کارناموں سے واقف کرنے کی خاطر دکھائی گئی تھیں۔ میر کی مثنوی دریائے عشق کے کئی حصے طالب و موہنی سے ماخوذ نظر آتے ہیں اور خاص کر خاتمہ میں تو بالکل اسی کا چربہ اتارا گیا ہے۔

اس مثنوی میں واؔلہ نے متعدد ابیات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ مثلاً :-

اُسی کے عشق کا واؔلہ ہے دن رات
کرے یوں اس کی درگہ میں مناجات
نہایت نیں عشق کی داستاں کوں
پھر امقصود پر واؔلہ زباں کوں
اگر تو واؔلہ اس شیریں وزن کو
بندھے دیوے شرف دکھنی بچن کو
ارے واؔلہ کدھر جاتا ہے لوتیں پھول
قصے کے باغ میں رنگیں کھلے پھول
یہ بزم عشق واؔلہ نے سنوارا
لوائے سوز کا ڈالا پکارا

ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب نے رسالہ کاروان بابتہ ۱۹۳۳ء میں واؔلہ کو قطب شاہی شاعر تصور کیا تھا۔ اس لئے کہ واؔلہ نے اس مثنوی کے دیباچہ میں ایک مشہور قطب شاہی شاعر ابن نشاطی اور اس کی کتاب کا کئی جگہ ذکر کیا ہے جن کی بناء پر اُن کو غلط فہمی ہوگئی۔

سنا ہوں میں قصہ اور ایک وزن کا
بندیا ابن نشاطی پھول بن کا
نہ ہوتا طبع کا پھول اس سو خنداں
ولے وو دل کو نیں لگتا ہے چنداں
نظارا پھول بن کی باس لایا
فکر میرے کو خیالاں میں ڈبایا
قلم نے کچھ عجب نقشہ چتارا
قصہ دوجا یہ رنگیں تر سنوارا
یہ ایک قطعہ ہے جنت کے چمن کا
نہ دستا رنگ اس آگے پھولبن کا

ان ابیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ واؔلہ کو ابن نشاطی پسند نہ آیا تھا۔

اور اس کے جواب میں انھوں نے یہ قصہ لکھا جو ان کی نظر میں "رنگین تر" تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ واآلہ کی مثنوی ابن نشاطی کی مثنوی پھولبن کے اعلیٰ معیار کو نہیں پہنچ سکی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ ایرانی نووارد تھے اور ہندی اور دکنی الفاظ پر ان کو وہ قدرت نہ ہو سکتی تھی جو ابن نشاطی کو حاصل تھی۔ اس کے برخلاف واآلہ کے یہاں فارسیت اور تکلف غالب ہے۔

لسانی نقطۂ نظر سے جانچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ واآلہ نے یہ مثنوی ٹھیٹ دکنی زبان میں نہیں کہی ہے بلکہ اردو، فارسی اور دکنی کو ملا کر ایک نیا اسلوب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ؎

بچن کا ایک نیا شیوہ دکھایا ہندی اور فارسی دکھنی ملایا
یہ مالا گردنِ دانش کا ہے ہار مجھے ہے جیت اس من میں نہیں ہار

حقیقت یہ ہے کہ واآلہ نے شمالی ہند کے دوران قیام میں اردو سیکھ لی تھی اور دکن میں آنے کے بعد دکنی سے واقف ہو چکے تھے۔ فارسی ان کی مادری زبان تھی۔ اس طرح تینوں زبانوں کو ملا کر یہ قصہ لکھا ہے۔ لیکن نہ تو یہ ٹھیٹ اردو ہی ہے اور نہ ٹھیٹ دکنی بلکہ ایک درمیانی زبان ہے اور اس عبوری دور میں ایسی ہی زبان میں ایک نووارد ایرانی شاعر لکھ سکتا ہے۔

مثنوی کے خلاصہ میں ہاشمی صاحب نے مقام واردات کا اظہار نہیں کیا ہے بلکہ صرف ایک گاؤں کا ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ واآلہ نے اپنی مثنوی میں جگہ جگہ "پرینڈہ" کا ذکر کیا ہے جو مرہٹواڑہ کا ایک مشہور قلعہ اور قدیم آبادی ہے۔ چنانچہ واآلہ نے قصہ کے آغاز ہی میں یہ عنوان قائم کیا ہے ـــــ

"در بیان رسیدن طالب بہ پرینڈہ و صفت آبادی آں"۔

پرینڈہ کے جس مہاجن کی لڑکی موہنی پر طالب ہندوستان سے آکر

عاشق ہوتا ہے اس کی ایک بہن مہاراشٹرا ہی کے ایک مشہور شہر احمد نگر میں
رہتی تھی جس کا ذکر اس طرح کیا ہے ؎
مہاجن کی بہن احمد نگر میں   اتھی اوس وقت یک ہندو کے گھر میں
واآلہ خود پرینڈے میں رہ چکے تھے اور وہ اس کی تعریف اور اپنے دیکھنے
کا ذکر ان ابیات میں کرتے ہیں ؎

دیکھے کیا چوکدہن بستی رنگیں ہے   پرینڈا نیئ جنت کی گل زمیں ہے
گھراں وہاں کے زلبس عالی بنا تھے   نگاہاں کے کمنداں نار سا تھے
گلستاں سب درو دیوار دستے   خیاباں چمن بازار دستے
ہوا یوں تازگی کی باس لالی   کہ گویا زلف کے کوچے سے آتی
ہریک گلشن میں تھے موزوں نہالاں   گل افشاں جیوں دل نازش خیالاں
پرینڈا یوں اتھا واآلہ جو دیکھا   اتا کچھ نیں رہا عالم کا لیکھا

اس کے بعد پرینڈے کے زوال اور تباہی کا ذکر کیا ہے۔ ان ابیات سے
واآلہ کی عمدہ منظر نگاری کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ اس مثنوی میں اس قسم کے متعدد
مقام ہیں جن سے واآلہ کی استادی سخن کا اندازہ ہوتا ہے۔ صبح و شام کے مناظر
بھی بڑی خوبی سے بیان کئے ہیں۔ صبح کا سماں یوں پیش کیا ہے ؎

گل صد برگ سورج کا گگن میں   کھلا روشن بہار یاسمن میں
جلائے تیر گرما کی جھلک نے   انگیٹھی گرم سلگائی فلک نے
جہاں ڈالا اس انگیٹھی نے سایہ   زمیں کو گاو ماہی تک جلایا

شام کے منظر کی دو بیتیں یہ ہیں۔ باقی اصل مثنوی میں ملاحظہ ہوں ؎

سیاہ زنگی نے رومی بھٹا یا   دیکھا شاہیں کو بگلا مکھ چھپایا
ابھالاں کھن یہ چھائے اس سبب یار   چلی آندھی ہوا عالم دھواں دار

منظر نگاری اور محاکات کے علاوہ واآلہ نے پند و اخلاق کے موضوعوں
پر بھی بڑی قدرت کے ساتھ ابیات لکھی ہیں۔ مثلاً

پہونچتے سالکاں ہمت سوں منزل   نکو گھبراؤ ہمت پر دھرو دل
کمر گھٹ بند کے ہمت دل میں گھیرو   جو طالب ہو طلب سوں مکھ نہ پھیرو

مخطوطہ مثنوی طالب و موہنی کی خصوصیات

یہ مخطوطہ ادارے کے کتب خانۂ مخطوطات میں نمبر (۵۴۹) پر موجود ہے۔ اس میں جملہ (۴۰) ورق ہیں۔ جلد چمڑے کی ہے اور اس پر کشمیری وضع کا کام کیا گیا ہے لیکن نقش و نگار، مرور ایام کے باعث مدھم پڑ گئے ہیں۔ کاغذ دیسی زردی مائل، روشنائی زیادہ روشن نہیں ہے۔ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے اور ہر صفحہ پر کہیں ۱۴ اور کہیں ۱۵ سطریں لکھی گئی ہیں۔ کاتب نے کوئی ترقیمہ نہیں لکھا جس کی وجہ سے اس کا نام، مقام کتابت اور سنہ وغیرہ کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ املا وغیرہ کی خصوصیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بہت قدیم اور مصنف کے قریبی زمانے میں لکھا گیا ہے۔ اس کی بعض خصوصیتیں یہ ہیں:—

۱۔ کاف فارسی کے لئے کوئی علامت استعمال نہیں کی ہے بلکہ ہر جگہ گ کو ک ہی لکھا ہے۔ مثلاً گردن۔ لگانا۔ گالی وغیرہ کردن۔ لکانا۔ کالی پڑھے جاتے ہیں اس لئے بعض لفظوں کو صحیح پڑھنے اور نقل کرنے میں بڑی دقت پیش آئی۔

۲۔ یائے مجہول کے لئے عہد حاضر میں ے اور یائے معروف کے لئے ی کی شکلیں استعمال ہوتی ہیں۔ اس مخطوطہ میں اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا بلکہ اکثر اس کے بالکل برعکس لکھا ہے۔ مثلاً دھوئی، بھتیجی، موہنی کو دھونے، بھتیجے، موہنے

اور اسی طرح سودے ۔ دیکھے ۔ بیٹھے کے لئے سودی، دیکھی اور بیٹھی لکھا ہے۔

۳۔ اکثر جگہوں پر مختصر حروف علت کے اظہار کے لئے و اور ی کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً

بھولایا بجائے بُھلایا	بورا بجائے بُرا	بولایا بجائے بُلایا
توڑانا " تُڑانا	بورائی " بُرائی	اوبلتا " اُبلتا
کھیلائی " کھلائی	میلاوے " ملاوے	دیکھاوے " دکھاوے

۴۔ ضمیر وہ کے لئے ہر جگہ وو استعمال کیا ہے۔

۵۔ ہائے مخلوط اور ہائے ہوز کے لکھنے میں بھی کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ مثلاً چھبیلی، پھرائے، کھانا وغیرہ کو چہبیلی، پہرائے، کہانا لکھا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پورے مخطوطے میں دو چشمی ھ استعمال ہی نہیں کی ہے جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ لفظ صحیح نہ پڑھے گئے ہوں۔

افسوس ہے کہ اس مثنوی کا کوئی اور نسخہ نہ مل سکا اور مقابلہ اور تصحیح الفاظ و ابیات کی سہولت پیدا نہ ہو سکی۔ اس کے باوجود کوشش کی گئی ہے کہ صحیح چھپے۔ مذکورہ خصوصیات کے پیش نظر ممکن ہے کہ بعض اصحاب کو چند ابیات کا مفہوم سمجھنے میں دشواری ہو۔ تاہم یہ مثنوی قدیم دکنی مثنویوں کے مقابلہ میں زیادہ صاف اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس لئے غیر معروف الفاظ کے معنی نہیں دیئے گئے ہیں اور نہ آخر میں کسی فرہنگ ہی کی شمولیت ضروری سمجھی گئی۔

مثنوی طالب و موہنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچن کا انجمن جو دل کشا ہے   چراغ اس بزم کا حمد خدا ہے
خدا ہے بندہ پرور جو زباں کو   دیا قدرت مطالب کے بیاں کو
صدف کر بحر خلقت میں دہن کے   نکالا ہے گہر موزوں بچن کے
عقل اس ذات کی طالب بنی ہے   اور عشق اس کے دلاں کی موہنی ہے
قوی قدرت میں ہے وہ حق تعالےٰ   پتھر سوں آگ اور پانی نکالا
عشق کا دل کے تئیں جلوا دکھایا   حسن کو عشق کا پیالا پلایا
دیا روشن کیا عقل و خرد کا   بنایا فرق اس میں نیک و بد کا
رین سوں دن کرے دن سوں شب تار   جو منگتا ہے سو کرتا ہے وہ کرتار
ہوا قدرت کے دریا کا کرشمہ   اوٹھے موجاں بہت اوبلا ہے چشمہ
کیا سرسبز باغاں معرفت کے   چنے ہیں ثمر فاں میوے صفت کے
کسے طاقت ہے اس میں لب کو کھولے   صفت جیوں حق ہے تیوں اس حق کی بولے
ایس کی عجز پر اقرار کرنا   اوسی کے لطف کا امیدوار دھرنا
نت اس کے عشق میں ہے روشنائی   اگر منگتا ہے دولت کر گدائی

ادسی کے عشق کا واکہ ہے دن رات — کرے یوں اس کی درگہہ میں مناجات
الٰہی توں میرا دل یوں بنایا — کہ الفت میں جنم اپنا گنوایا
پرت کے ناوں پر قرباں ہوا ہے — ورد سوں طالب درماں ہوا ہے
محبت موہنی اوس کی بنی ہے — نمک اس کے زخم کی چاشنی ہے
آنالذت چکھا اپنے درد کی — عشق منگتا نہیں خواہش خرد کی
بھرا ہوں داغ دل میں مغز تا پوست — نمک داغاں اوپر تازہ ہے اے دوست
الٰہی عقل نے مجھ دکھ دکھایا — مجھے دنیا کے وسواساں میں بھایا
پلا کر عشق کا پیالا گنوا ہوش — جنوں کا ڈال میرے سر منے جوش
عشق کا مجھ کو اے قیوم دانا — دیوانا کر دیوانا کر دیوانا
الٰہی دل میرا دشتِ جنوں کر — میری بینا کے تیئں دریائے خون کر
زنخ کا دام کر موجاں لہو کے — صدف پتلی بنا گوہر انجھو کے
کہ انکھیاں سوں کروں حیرت کی کشتی — طواف کعبۂ حسن بہشتی
الٰہی توں جگت پر مہرباں ہے — تیری تعریف سوں عاجز زباں ہے
گلی باغ سعادت ہے میرا نام — کیا رحمت کو توں عالم اوپر عام
نہ کر مجھ سوں دریغ اپنے کرم کو — کہ میں باطل منے کھویا جنم کو
گناہاں سوں کیا ہوں خانہ سوزی — شفاعت کر نبی کی مجھ کو روزی

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد سب نبیاں کا تاج مرسل — وہی مقصود ہے آخر اور اول
نہیں کوئی اس برابر حق کا پیارا — وہ مسرور ہے شرف میں جگ سوں نیارا
مسلم ہے اوسے تشریف لولاک — کہ وو حق پر حق اس پر عاشق پاک

خدا خلقت کی قدرت جو دکھایا — سب اس محبوب کی خاطر بنایا
کتاب اس قسم یوں ساتوں گگن کی — ورق بندی ہے قسمت کے بچن کی
نہ ہوتا گر شیرازا اس کی خلقت — ورق ابتر ہو کھاتا ہر کہیں تلت
وہی ہے اس صدف کا گوہر اے دوست — مغز ہے مدعا کا دور سٹ پوست
وجود اس کا جو ہستی ہیں سبب ہے — خلق کو چشمۂ انعام رب ہے
سورج پر مہر اس کی جگمگاوے — تو روشن روشنی ہیں نام پاوے
قمر نام اس کا لے کر مکھ دکھاوے — تو ہر ذرہ چراغ اس کا بجھاوے
طفیلی اس کا اسماں اور زمیں ہے — وہ سید رحمۃٌ للعالمیں ہے
دیا یاراں بفرمان الٰہی — بشر اس کی نبوت پر گواہی
وو ہادی دین کا دنیا کے گھر ہیں — وہی بہشتی ہے امت کی حشر ہیں
جو وہ شافع ہمارا ہے تو کیا غم — درود اس ذات پر ہر دم و مادم
بھی اس کی آل پر جو اولیا ہیں — بزاں اصحاب جو پاک از ریا ہیں

در صفت عشق گوید

عشق کی بات جب بتیاں میں آوے — ورق پر موج شعلہ کر دکھاوے
وو بتیاں کوں جو کوئی لاوے زباں میں — لگا دے آگ دل کے خانداں میں
صبر طاقت جو کچھ پاوے جلاوے — انجھوں بن کوئی یہ آتش نا بجھاوے
عشق ہے دوستی کے باغ کا گل — کھلے اس باغ میانے داغ کا گل
درونے کو لگا کر آگ یاراں — دکھاوے جو کدن میں لالہ زاراں
عشق صحرائی دشت جنوں ہے — عشق کی بات میں دریائے خوں ہے
وہ دریا لہو کی جب طغیاں میں آوے — عقل اور ہوش کی کشتی ڈوباوے

دو عشق ہے دراصل معشوق دل کا | بہانا حسن کو ہے آب و گل کا
دل آگاہ ہیں بیدرد اچھا | جو دل بیدرد اچھے نامرد اچھا
عشق ہیں کر نجھایا کوئی خدا ہے | یونہیں منظور وہاں شرک دریا ہے
عشق ہیں تو نمازاں بھی روا نیں | حضور قلب بن کچھ مدعا نیں
فنا کر آپس کو دوست میانے | سدا ایک مغز اچھنا پوست میانے
ہے آتش کے عرق کا عشق کا نسا | میرا دل تو عزیزاں اس کا پیاسا
عشق کے جام کی مستی نرالی | ذرا بے ہوش دارو اس میں ڈالی
ہوا بے دست و پا جس نے پیا ہے | مجھے پوچھ کہ میری سُد لیا ہے
نہایت نیں عشق کی داستاں کو | پھرا مقصود آپر وا کہ زباں توں
بچن کی بزم میانے کھلبلی ہے | تجھے مستی کدھر کو لے چلی ہے
کہیں مت جا حقیقت پر زباں کھول | اچھنا بولنا قصہ سبب بول

در بیان صفت صبح دم می گوید

اٹھی یک صبح دم سر چشمۂ نور | منور جیوں بیاض گردن حور
لباں پر اس کے یوں موج ہنسی تھی | کہ صورت باندھ خوشبو تے دِسی تھی
دلاں کوں صیقل اس کی یاد کرتی | زمیں پر دود کا چھڑکاؤ کرتی
صبا ایسے جو طالع کو جگا دے | نظر کو نور کا پیالا پلا دے
گریباں میں چھپا تاریاں کا مالا | لے آیا ہاتھ میں سورج کا پیالا
کہے زاہد کے تئیں تسبیح سٹ دور | چڑا پیالا رہیں کچھ نہیں نور
فجر ایسی کہ گویا پنبۂ داغ | سنواری سینولی کاو کدن باغ
دسے یوں اس میں پُر نور ایک تارا | کہ جیوں روشن حسن کا گوشوارا

مبارک صبح تھی کیا خوش گھڑی تھی — کہ میرے دل پہ خوش وقتی کھڑی تھی
پیا سوں وصل کا وعدہ ہوا تھا — ولے میں بے قراری میں ہوا تھا
بلائے انتظار آکر جلاسے — امید وصل شادی دل میں بجائے
نظر میری فجر کو یوں جتاوے — کہ بیگی کس کا سورج مکھ دکھاوے
یکایک بے خودی کا وقت آیا — میرے دل کا تمنا مکھ دکھایا
تبسم صبح محشر کی علامت — لٹکتی چال قامت میں قیامت
اودیدی رس بھری نیناں بلا تھی — نگہ میں آپ الیس کی مبتلا تھی
تجلی مکھ کی جھلکاں نے دکھایا — صفاں محشر کے پلکاں نے دکھایا
دعا کو ہات او جائے تھے وو پلکاں — کہ یارب نت اچھو روشن یہ جھلکاں
لٹکتی لٹ زلف کی کالی کالی — کوئی سوں ڈول یوسف کا نکالی
نظر دیدار کا پیالا جو پایا — مجھے بے دست و پا کر سُد گنوایا
میرا حال اوس وقت زیر و زبر تھا — خبر دل کی جو پوچھا بے خبر تھا
ٹُنگایا وصل جب آرام کی باس — دکھیوں کیا دوست بیٹھا ہے میرے پاس
نمک دے کر لطافت کے بیاں کو — میری تحسیں اوپر کھولا زباں کو
کہاں توں ہے بچن میں جگ سوں نیارا — عجوبی کا عجب قصہ سنوارا
اچھو تارہ بنا یہ چشم بد دور — نمک نے اس کے ڈالا جگ منے شور
سنیا ہوں میں قصہ اور یک وزن کا — بنیا ابن نشاطی پھول بن کا
نہ ہوتا طبع کا پھول اس سوں خنداں — دلے وو دل کوں نیں لگتا ہے چنداں
اگر توں دا آکہ اس شیریں وزن کو — بندھے دیوے شرف دکھنی بچن کو
قضا کیا ہے نے دانش کا گلشن — دِسے وو پھول بن اس باغ کا بن

عجوبا اور اچنبا یہ بنے گا — دلوانا ہوئے گا جو کوئی سنے گا
سنا یہ دل بچن آرام جاں کے — ہوا پانی نمک سوں اس بیاں کے
بلا دور ہو کہ اس کانِ گھر پر — دھرا پلکھاں کی انگلی چشم تر پر
تفحص میں پڑا دن رات میانے — کہ آؤں کس قصے کی بات میانے
ملا یک روز مجھ کو ناگہانی — بوڑھا سا یک براہمن گن گیانی
مجھے سمجھا کہ دل میں اس کا چنگا — چراغاں پر عشق کے ہے پتنگا
نمک سوں زخم پر مرہم لگایا — قصہ طالب و موہنی کا سنایا
ادھا ہے شوق سن کر یہ حکایت — بندھا ہوں مختصر کر کر روایت
نظارا پھول بن کی باس لایا — فکر میرے کو خیالاں میں ڈبایا
قلم نے کچھ عجب نقشہ چتارا — قصہ دو جا یہ رنگیں تر سنوارا
غرض بن حکم عشق اے نیک داناں — کہاں میں اور کہاں دکھنی یہ باتاں
عشق نے گھر کیا میری زباں میں — وہی بولا نہیں میں درمیاں میں
میرے دل میں محبت گل کیا ہے — دلے بہ بیت نے بلبل کیا ہے
صنم میرا سخن سوں آشنا ہے — مجھے فکر سخن کرنا بجا ہے
الٰہی جب تلک لالہ کھلے گا — جگر خوں ہو کہ داغاں میں جلے گا
تداں لگ داغ اچھو دل عاشقاں کا — حسن رنگیں پرت کے لایقاں کا

در بیان رسیدن طالب بہ بنڈا و صفت آبادی آن و تعریف چشم خوب رویان انجا بر طریق تفصیل

یہ دنیا میں جو ہے آخر کو برباد — ہر یک کا دل اچھے یک چیز سوں شاد
علم پر عالماں اچھتے ہیں مغرور — غرور ان کو کیا مقصود سوں دور

جگت میانے بڑے فاضل کواتے
علم کچھ معرفت کا وو نہ پاتے

منجم بولتا ہیں مجھ سا دوجا
ستارہ یاں اور فلک کا راز بوجا

بخت کے بیچ میں وو روز شب ہے
اپس کی نین دیکھا طالع عجب ہے

کہے زاہد بڑائی میں لیا ہوں
نماز یک رات نسّو رکعت کیا ہوں

نہ پایا وو ریا ہے کچھ بڑائی
مگر داڑھی نے اور پگڑی نے پائی

نمازاں نت کیا چھوڑا اسکی کیف
کسی رکعت منے خالص نہ تھا حیف

کیا ایسے زہد سوں زاہد کو آنا
مزوری میں زہد کی بہشت پانا

اچھے صوفی سنانے کے ذکر میں
سپاہی تیر و ترکش کی فکر میں

نظر جانی اوپر دھرتا نہیں وو
لڑائی نفس سوں کرتا نہیں وو

ہوس بیٹی جواں عاشق کو آتے
اپس کا مال قحبایاں سوں کھاتے

سو اوس سوں دل لگانا کیا نفا ہے
وو ہرجائی جو نس دن بے وفا ہے

جہاں ہے عشق وہاں منظور زر نیں
طمع کا اور غرض کا وہاں گذر نیں

نہیں پاکاں مگر پاکاں کے طالب
سدا ہیں نفس سرکش پر وو غالب

یہ سب لوگاں سنتے جو میں بتایا
بھلا وو جس نے نیت پاک لایا

بچھونا خاکساری کا لیا ہے
محبت کے قدم پر سر دیا ہے

محبت پر جسے ہے استواری
اوسی کے نام کو ہے پائداری

گذشت اوپر اوسی کی پستگی نیں
دنیا میں ہے ولے دل بستگی نیں

مسافر ہو جگت میانے جیا وو
وفاداری کا نت پیالا پیا وو

دنیا دولت کی شادی سوں نہیں شاد
عشق کے غم سوں ہے سب غم سوں آزاد

بنا محبوب جو کچھ ہے بھلاتا
جگر کو اوس کے غم میانے جلاتا

بنا محبوب جو کوئی مبتلا ہے ۔ جگر اوس کا اوسی غم میں جلا ہے
سمجھتا نت ہے وو عاشق رنگیلا ۔ مجازی کو حقیقی کا وسیلا
بھکاری خوب صورت کے دیکھن کا ۔ تماشا بیں ہے قدرت کے چمن کا
ہر یک غنچے میں اس گلشن کے گھر ہے ۔ بیاں پر گوش یاراں منتظر ہے
ارے والہ کدھر جاتا ہے تو بھول ۔ قصہ کے باغ میں رنگیں کھلے پھول
گلاں وو گو دبھر کر عقل لائی ۔ گل افشانی قلم کے تئیں سکھائی
قلم یوں داستاں پر گلفشاں تھا ۔ کہ ہندوستاں میں ساکن یک جواں تھا
جواں کیسا کہ جس کو جان کہیئے ۔ سر پر آرائے عز و شان کہیئے
محبت کا وو طالب نام طالب ۔ ہنر سوں سب ہنرمنداں میں غالب
جمال اوس کو کمالاں کے برابر ۔ دیا ایزد تعالیٰ نے سراسر
نمایاں مکھ پہ خط تازا ہوا تھا ۔ رسالہ گل کا شیرازہ ہوا تھا
اچھے جام فراغت سوں سدا مست ۔ بہت تھا راگ کے فن میں اوسے دست
سگڑ چاتر اوسے حق نے بنایا ۔ جو کچھ خوبی کے لازم سوں دلایا
اونے پر دل کے سودے میں کھرا تھا ۔ کہ سودا عشق کا سر میں بھرا تھا
متاع حسن کا تھا وو خریدار ۔ اتھا اس سوں عشق کا گرم بازار
عشق کی داستاں پہ کان دیتا ۔ بیاں پر حسن کی وو جان دیتا
ہوا ایسا کہ چھوڑا ہے وطن کو ۔ نصیبا اوس کے تئیں لایا دکھن کو
دکھن سب سیر کر وارد ہوا ہے ۔ پرینڈے میں کہ جس جاگے موا ہے
دیکھیا جو کدن بستی رنگیں ہے ۔ پرینڈا نیں جنت کی گل زمیں ہے
گھراں واں کے زبس عالی بنا تھے ۔ نگاہاں کے کمنداں نارسا تھے

گلستاں سب در و دیوار دِستے   خیاباں چمن بازار دستے
ہوا یوں تازگی کی باس لاتی   کہ گویا زُلف کے کوچے سے آتی
ہر یک گلشن میں تھے موزوں نہالاں   گل افشاں جیوں دل نازک خیالاں
پرینڈا یوں اتھا وآلہ جو دیکھا   اتا کچھ نیں رہا عالم کا لیکھا
خرابی کر کے آبادی کو غارت   چھپر بھی نیں رکھا جائے عمارت
خزاں نے ڈال کر پاتاں لیا ہے   نگل بستاں کو خارستان کیا ہے
یہ دنیا کا ہی ہے کام یاراں   کہ اس کا ہوتا ہے نام یاراں
خدا بولیا کہ ہستی کو فنا ہے   نُعَمِّرہُ نُنَکِّسْہُ کہا ہے
ابادی کے پچھے لاگی خرابی   خزاں لیتا بہاراں کو شتابی
بوڈاپے کو نہیں جوانی و چُستی   مرض سوں نیں کچھ ایمن تندرستی
خراب آباد بےشک یہ جہاں ہے   کہاں ہے قیصر و جمشید کاں ہے
کہاں بہرام کاں رنگین ورونق   گھر آخر گور پایا موت برحق
غرض فانی ہے جو جنی سوں ہوا ہے   اگر ہے بے قضا ذات خدا ہے
عبث فانی سراسوں دل لگانا   پھر آخر اوس ستی دل کو توڑانا
سٹو فانی جو ہے صاحب تمیزاں   نبد ہو باقی ستی دل اے عزیزاں
پرینڈے میں اتھا یک خوب چشمہ   وو چشمے پر تماشہ کا کرشمہ
سدا ہندوانیاں شوخی سوں آتیاں   گھڑے بھرواں ستے پانی لے جاتیاں
وو چشمہ تھا خزانہ چشم تر کا   تماشاگاہ تھا باغ نظر کا
حسن سبزے نمن چشمے پہ اُگتا   نظارا جیوں لوا سبزی میں رُکتا
وو عالم کا ہر یک مکھ دلربا تھا   حسن کی موج میں چنگھٹ دبا تھا

چھبیلیاں مل جب آویں فوج در فوج　　وو چشمے بیچ طوفاں کی اُٹھے موج
قضا را جس گھڑی وقت آلیا ہے　　گذر طالب کا پنگھٹ پر ہوا ہے
دیکھا وہاں خوبرویاں کا بڑا جوش　　تماشے کا پیا پیالا سٹیا ہوش
نہ ہوتی تھی نظارے سوں نظر سیر　　رہا مدت تلک پنگھٹ اوپر دیر
ہریک صورت جو دیکھا خوب تر تھی　　تماشا بیں کے تئیں باغ نظر تھی
ہریک لب مسکرانے میں شکر ریز　　ہریک خونی نگہ شاہیں نمن تیز
کبوتر اوس کے دل کا پھڑپھڑایا　　پراں پرواز کے سارے جھڑایا
کہ تا اوس کا شکاری مکھ دکھاوے　　زلف کے دام میں پھنچے لجاوے

در کیفیت مہاجن و خوبی حسن موہنی گوید

شکار اوپر بچن میداں جو پایا　　مجھے رمنا وو عشق کا یاد آیا
عجب رمنا کہ گرچہ صید ہے رام　　ہریک بوٹی وہاں جیوں صورت دام
نگاہاں داؤ کرتے مکر و فن کے　　چھپے چوری سوں گوشہ میں نین کے
نہ دیکھے زخم کا مکھ چشم رہ گیر　　کہ دیکھے صید کو اول لگے تیر
دکھایا زلف مشکیں چنگل باز　　نہ آوے صید کرنے میں ذرا باز
جو بچہ دل کی مرغابی کو مارے　　پریشاں حال کر کر مار اوتارے
لہو کی باس اس رمنے سوں آوے　　شکاری واں ستے پھر کر نہ جاوے
بچک ہے صید کے پاواں میں زنجیر　　زخم کے شوق سوں اچھتا سر تیر
اچھے وو ایک جو مشتاق صیاد　　اوسے کیوں کر کرے صیاد آزاد
خنجر اور دام لے ہاتاں میں آوے　　ادھر مارے ادھر باندھے لجاوے
اتا طالب ہے صید بیقراری　　بلاتا ہے ضرور اس کا شکاری

ہوا ہے شوق وا آلہ کا طبل باز | قصہ پر یوں لیا وو طبل آواز
کہ تھا اس شہر میانے یک مہاجن | دیا اس کو خدا نے مال اور دھن
دنیا دولت بہت اس کو ہر یک ٹھاؤں | سکل ہندواں منے اس کا بڑا ناؤں
دھنی تھا مال و دھن گھر دار کا وو | گرستی تھا بہت سینسار کا وو
غریباں پر بہت احسان کرتا | دیا دھرتا ہمیشہ دان کرتا
قبیلہ لئی اوسے بھائی بھتیجے | لہو ڈالے ہر یک جاں وو پسیجے
دیا تھا حق نے اس کو ایک بیٹی | کہ عالم کی اونے خوبی سمیٹی
زلیس وو پدمنی من موہنی تھی | اوسے موہنی کتے پیاری بنی تھی
کفت پر اس کی باندیا ہوں کمر ہیں | دھریا ہوں لئی لطافت پر نظر ہیں
اوکی ابرو کے تئیں دل نے سراپا | بچن کے تار نے ناخن لگایا
بھواں وو شوخ دھرتی تھی ہمیشہ | اونچی سی طاق میانے دل کا شیشہ
بھواں کی تیغ بازی میں گئی بھول | کدہی اولٹی چلاتی تھی کبھی ہول
اشارت میں وو ابرو بولتے تھے | فرنگاں ہات میں لے تولتے تھے
حسن کے لوح نے کھینچا ہے بازو | ہوا خم بیچ میں پشت ترازو
نین کی بات میں اچھتے نہیں ہوش | دو نو عالم کی مستی کا دسے جوش
رنگیلی رس بھری جادو نما تھی | رنگیلی رنگ بھری آہو نما تھی
دو نینیاں میں عجب شوخی بھری تھی | ادا جو دل منگے گویا دھری تھی
پی تھی جام وحشت کا وو ارکاں | وو ارکاں دیکھ سرگرداں فرنگاں
کہیں یوں دیکھ کر اس چنچلی کو | کہاں کھینچن جو سب کی اچپلی کو
کئی تھی عاشقاں کے بخت کالے | انجن دے کر بڑائی تھی دنبالے

نگہہ میاں نے عجب جادو کری تھی — کہ بن مے مست عالم کو کری تھی
پلک کے مارتے دل کو چراتی — چھپا مژگاں منے منکر ہو جاتی
شکار اوپر جب آتی لٹ پٹی وو — چلاتی چھپ پہ مژگاں کی ٹٹی وو
خنجر تھے وو ہزاراں یک جگر پر — ہوئے تھے تیز سرمہ کے پتھر پر
قتل کو عاشقاں کے جب وو آتی — بھواں کے تیغ پر انگلی لگاتی
نہ تھا دل کا خیال چھوڑے نین کو — کرے کیا زلف نے کھینچا بچن کو
زلف اس نازکی ہاتاں کی زنجیر — نہ کرتی باندھنے میں دل کے تقصیر
مسلسل پیچ کھاتے یوں چلی تھی — پریشانی کی باڑی کی کلی تھی
دِسے سرکش بلائے نقش ویں وو — خم اندر خم اتھی اور پیچ پیچیں وو
ہر یک چیں میں وو مشک سرواخردار — دلاں کے زخم کا نِس دن طلب گار
وو سر رشتہ عمر کا پیچ در پیچ — گرہ کھاتا بہت کوتاہ تھا پیچ
چنچل شوخی منے وو لٹ ہوی تھی — کہ جا کر حسن سوں لٹ پٹ ہوی تھی
درازی کا نٹھ میں اس قدر دھرتی — کہ دامن سوں قیامت کے گذرتی
ہر یک صیاد کے تئیں دام دیتی — اندھارے کو سیاہی وام دیتی
دہن اس شوخ کا پیارا بنا تھا — سنا ہوں کچھ نہ تھا گر تھا نتھا تھا
اسے قدرت کے کاتب نے جو پایا — حسن کے نون کا نقطہ بنایا
نہ تھی کم گو تکبر سوں وو دولت خواہ — نہ کہتے کے بچن پر تنگ تھی راہ
مٹھائی ان لباں سوں یوں چوی تھی — کہ خجالت سوں شکر پانی ہوئی تھی
نہ ہوتا تھا تبسم ان ستے دور — نمکداں کے جگر میانے پڑا شور
ملایم لب ستے سرخی ملی تھی — دہن نین تھا وو لالا کی کلی تھی

قد اُس کا تھا چھبیلا اور سجیلا — ڈھونڈا سرو اس کے سایہ کا وسیلا
کہاں قد شعلۂ دیدار تھا وو — حشر کا گرمئ بازار تھا وو
نزاکت اس کمر سوں بسکہ تھا یار — کمر اوپر کمر کا ناؤں تھا بار
لٹکتی چال میں لٹکا دیکھاتی — چندر پر ابر گھونگٹ کر دیکھاتی
کرے رت آرسی کو محرم راز — کہ تھی آپ اپنی صورت پر نظر باز
جو طالع آرسی کے وو جگاتی — اسے گلزار جنت کر دیکھاتی
جدھاں جلوے کا دست انداز کرتی — زمیں پر وو ہزاراں ناز کرتی
جو مہندی اس کے پڑتی ہات اور پاؤں — جگت میں اس کا ہوتا سرخرو ناؤں
جدھاں ہات اس کے بالاں کو جگاتی — کنگھی خوش وقت ہو دانتاں دیکھاتی
غرض وہ دلربا جو موہنی تھی — قدم سوں سر تلک آفت بنی تھی
زلف کو سب دلاں کا دام کرتی — بھی تیغ ناز قتل عام کرتی
شکر لب تھی وہ شیریں چشم بد دور — پرینڈا جنت اوس میں وو پری حور
جب اس دل میں جوانی شوق بھاتی — نہانا سا لے گھڑا پنگھٹ پہ آتی
سکیاں کے سات دست انداز کرتی — ٹھمک چلتی بجھکتی ناز کرتی
قضا را جس وقت طالب بچارا — کھڑا تھا اوس جگہ بختاں کا مارا
محلا حسن کی فوجاں کا لیتا — دل اس کو کچھ مبارک باد دیتا
یکایک وو پری چشمہ پہ آئی — نظر کر دور سوں سایہ دکھائی
پری کا اس اُپر سایا ہوا ہے — موا ہے یا جیتا ہی ہے موا ہے

عاشق شدن طالب بر حسن موہنی

کتے یوں جن کو جرات کی خبر ہے — کہ رخنا دل کا چوری کی نظر ہے

انکھیاں کے تئیں نظر حیراں کرے ہے — بہت سے دل کے گھر ویراں کرے ہے
نظر محتاج کر کر پھر دیکھن کو — بناوے بھیک کا کاسا نین کو
ستم ہے پیار کی نظراں کا انداز — نظر سوں فاش وو دل کا چھپا راز
محبت سوں جو وو نظراں ہویاں چار — طپش دل کا ڈھنڈورا ہے خبردار
نظر کے کارنے آرام کھوتے — نظر کے کارنے بدنام ہوتے
نہ سمجھو کام کی ہر یک نظر ہے — وہی منظور جو پیو کے اوپر ہے
نظر پیو کے اوپر کی تیز شمشیر — او لٹ کر دل کو مارے بے خبر تیر
خصوصاً تب بہت زخماں لگاوے — کہ دلبر کی نظر سوں مل کر آوے
نظر کے کارنے طالب ہوا ہے — نظر کے کارنے گھایل ہوا ہے
گرا بے سُدھ جو دیکھا موہنی کو — چکھا ہے غم کی پہلی چاشنی کو
او دھر موہنی کے دل نے یوں پچھانا — کہ میرے تیر نے مارا نشانا
پرت میاں نے وو دل ہیں آرسی آہ — ہر یک دل کو ووجے دل میں اچھے راہ
دو لو ہیں صاف کر کچھ نیں لگیا زنگ — جو اس میں رنگ ہے اس کا ہی ڈھنگ
تغافل کر سکھیاں سوں بولی اوتھی یوں — کہ ہے یہ کون سوتا دیہرت پر کیوں
سکھیاں بولیاں کہ سوتا نیں یہ تر کا — کھڑا تھا اس جگہ جب تجھ کو دیکھا
دیکھا سو اس وضا بے سُدھ گرا ہے — نہیں معلوم جیو ہے یا مرا ہے
یہ سن کر لاج میاں نے موہنی آئی — ذرا سر کو پچھے کر مسکرائی
گگی اوپر موج مارا ہے پسینہ — گلا یہ دیکھ کر شبنم کا سینہ
بزاں بولی سینہ بر بار ہاتاں — نکو بولو تمیں ایسی یہ باتاں
اوسے مرگی ہے شاید جو گرا ہے — نہیں معلوم جیو ہے یا مرا ہے

سکیاں سن کر سراسر اُس کی یہ بات — چلیاں طالب طرف موہن کو لے سات
سرا اوپر آکر اس کے ہانک ماریاں — ارے تر کا سمکر اس کو پکاریاں
وو چنچل موج آب زندگانی — ذرا اسا اوس اوپر جو کی ہے پانی
نظر کے جام کا بے ہوش وو اُٹھ — ولیکن صبر کا شیشہ گیا چھُٹ
دیکھے کیا سرا اوپر حاضر ہے ساقی — اجھوں بھی پلانا اوس کا باقی
وو جا دیدار کا پیالا جو پایا — ادب اور شرم وو سالم گنوایا
گرا ہے دوست کے قدماں کے اوپر — دھرا منت آپس کی جاں کے اوپر
وو شوخی سوں عجب داں تلملی تھی — بجک کر آس کو ہرنی چلی تھی
ہوئی ہے لاج سوں سکیاں میں پانی — گھڑا سٹ گھر کو نھاٹی ہو نمانی
شکاری کر کے گھایل جب چلا شاد — کیا ہے صید زخمی داد بیداد
پچھے لگ دوست کے چلنے لگا ہے — پرت کی آگ میں جلنے لگا ہے
اوسے پرواز دل بیتاب کیتا — طپش کی شرط بازی سوں وو جیتا
انجھو سوں نین کا چشمہ اوبلتا — نفس نالے سنے مل کر نکلتا
نہ سمجھو سر سوں چلتا یا قدم دھر — کشش الفت کی ہے یاراں زور آور
لگا جاوے پچھے اور یوں پکارے — ذرا پھر دیکھتا ہے اُسے چکارے
سنی جب یہ سدا موہنی پیاری — وو تیر باز گشتی پھر کے ماری
بچن اوپر ذرا کھولی دہاں کو — کیا ہے سبز پستے نے زباں کو
کشائی نازنیں منگی شکر کی — اوبھی ہے موج پانی میں گھر کی
اوسے پھر دیکھتے وو شعلۂ نور — کہی بے شرم تر کا دور ہو دور
میرے پچھے بلا ہو کر لگا ہے — موئے توں کون ہے کس کا سگا ہے

کہا طالب نے میں تجھ پر فدا ہوں
تیرا عاشق ہوں تیرا مبتلا ہوں

نہ چھوڑوں گا تجھے جب لگ کہ جاں ہے
طلب مجھ سوں جاں گر امتحاں ہے

نیاز اس قسم جب عاشق سنایا
تو دیکھی نار اس سوں دل لگایا

شتابی گھر منے داخل ہوئی ہے
ذرا سا عشق پر مائل ہوئی ہے

چھپی وو شمع جب فانوس میانے
وو پروانہ پڑا افسوس میانے

چلیا گھر میں کہ جاکر جیو کو وارے
مہاجن کے نفر جاکر پکارے

زنانے میں چلا ہے اے دیوانے
ہمیں تجھ کو بھلا مانس پچھانے

بہو بیٹی پرائی پر نظر کیا
بھلا ہے توں بورائی پر نظر کیا

بھلا نیں توں جو ایسا بے ادب ہے
چلا جا یاں سوں بورائی پر نظر ہے

دسیے جب یہ دھمک سالم رقیباں
دیکھا طالب نے جب ظالم رقیباں

زمیں پر سو کے دروازے پہ بیٹھا
فنا ہونے کے اندازے پہ بیٹھا

کہا میں اس جگہ دھونی لگاؤں
جلاؤں جان یا جاناں کوں پاؤں

رقیباں اس کو دیکھے جب نڈر توں
گئے جاکر مہاجن کو خبر یوں

لگ آیا موہنی سات یک مسلماں
کتا عاشق ہوں جالوں گا ایسی جاں

اتا بیٹھا ہمیں جتنا دٹاتے
اثر کچھ وہاں دٹانے کا نہ پاتے

مہاجن سن کے شرمندہ ہوا ہے
عرق خجلت کا ماتھے سوں چوا ہے

غضبناک اٹھ کے دوڑا اس کا بھائی
بھتیجے بھانجے بھی از خیر خواہی

دیکھے کیا ایک جواں ہے پیرہن چاک
بچھونا کر کے بیٹھا دامن خاک

کئے ہندواں سبھی صاحب سلامت
بڑاں کہتے یہ حالت پر ملامت

کہ یہاں بیٹھے ہو مرزا جیو غرض کیا
مگر لینا ہے کوٹھی سوں قرض کیا

جو ہے کچھ اشرفی یا ہون بُھنانا — کسی جانب کے تئیں ہنڈوی کرانا
مناسب نیں جو بیجھو تھاک میں تم — مہاجن پاس چلتے نیں اِتا تم
بھلے مانس کے تم فرزند دِستے — گنی گیانی و دولت مند دِستے
یہ حالت کچھ نہیں لایق تمن کو — کرو مت خوار لوگاں میں اپن کو
اوٹھو گر ہم سوں ہے کچھ کام بولو — تمیں ہو کر اپس کا نام تو لو
بھکاری دوست کے درشن کا بولیا — درد سوں کان بیدردوں کے کھولیا
کہ میرا نام پوچھو جاں فدا ہے — میرے لوگاں ستے عشق آشنا ہے
وفا کا خانداں میرا قبیلہ — فنا ہونے میں کچھ نیں عذر و حیلہ
پِرت کی جنس ہے مجھ قرض لینا — عوض میں نقد جاں وعدے پہ دینا
بُھنانا داغ دل کی مُہر اوہن — کھری کرلیو ہزاراں میں ستے چن
نگہ کو دوست کن ہنڈوی کراتا — جو وہاں پہونچے تو ہنڈاون چکاتا
ہنڈاون کیا جواہر ہیں انجھو کے — ہر یک گوہر گرہ میں ابرؤوں کے
اِتا کیا پوچھتے ہو بیکساں کو — دیا کرنا ہمن ہے مفلساں کو
بچن اس قسم جب ہندو کئے گوش — کیا پرواز اون کے سر ستے ہوش
اونو نے جواب دینے کچھ نہ جانا — کہا لوگاں کو دِستا ہے دیوانا
کدھاں لگ بیٹھے گا خبطہ یہ پاپی — تمیں کچھ مت کہو اسے جاوے گا آپی
خجل ہو کر چلا فکراں منے وو — جو دیکھا سو کہا بھائی کنے وو
مہاجن پر ہوا ہے دکھ یہ بھاری — کہا ہوتی ہے رسوائی ہماری

در بیان احوال طالب در عشق مطلوب

ریجنے دھویا ہے ننگ و نام سوں ہات — جو چاہے سو کرے اس کی جدا بات

جنے جو آہ کی دھونی لگایا
اوسے شعلہ سورج کا نیئں جلایا

بلایاں ہیں پرت کے جال میانے
فنا ہونا ہے پیو کے خیال میانے

بلا برسے گر اس پر نین وولے تل
دھرا سہرا وگلی میں کیا ہے موسل

ہوس کے سب نہالاں جاہٹیں سوکھ
کہاں جاڑا کہاں گرمی کہاں بھوک

اوسے خونِ جگر بس ون غذا ہے
ہر یک دن درد وغم کی اشتہا ہے

کہ کھانا زہر ہے بے دوست کھانا
مزہ ہے ذائقہ غم کا چکھانا

نفس تو شاہدی کو نت اچھے پاس
سو نگاتا ہے دلِ بریان کی باس

طپش پر دل کے گوش مبتلا ہے
گو اسی مان کا نت ساموا ہے

نہیں ڈکھ لا مٹی کو آتش و آب
بچھونا خاک کا ہے مخملی خواب

پرت کی آگ میں یاراں گرے پر
یہ چاروں کی نظر ہے یا صرے پر

پری لذت جو دیکھی صورت یار
جو نیں دیدار شب لذت سوں بے کار

دو طالب طالبِ دیدار موہنی
کیا تھا عشق کے سودے کی لہنی

دیکھو دو یار جانی جاں پہ بیٹھا
اتا دلبر کے دروازے پہ بیٹھا

نہ پروا نام و ننگ نا جان و سر کا
اتھا مرہم طلب زخم نظر کا

نہیں گذرا اوسے بیٹھے سکل دیس
گگن کی سب سیاہی کا لیا بھیس

سیاہ زنگی نے رومی کہ نٹھایا
دیکھا شاہیں کو بگلا مکھ چھپایا

ابھالاں کھن پہ چھائے اس سبب یار
چلی آندھی ہوا عالم دھواں دار

گرج کر اس قدر برسا ہے پانی
کہ کشتی نوح کی ہوئی تھی طوفانی

ابس کو خلق سایہ میں چھپایا
چھتر تھا عشق کا طالب پہ سایا

دو باراں کو نہیں جانا ہے باراں
کہ برسا تھا کہ نیں اس رات باراں

تھے ابر چشم سوں باراں نین وو — وو نکلی صبح گذری ہے رین وو
لگی صد برگ سورج کا گگن میں — کھلا روشن بہار یاسمن میں
جلائے تیر گرما کی جھلک نے — انگیٹھی گرم سلگائی فلک نے
جہاں ڈالا اس انگیٹھی نے سایا — زمیں کو گاو ماہی لگ جلایا
پڑی ہے دھوپ ایسی گرم اس روز — کہ دوزخ دام منگتا شعلۂ سوز
نہ تھا اس دھوپ سوں طالب کو خطرا — پسینہ کا چوائیں ایک قطرا
دھوے نے آہ کے ڈالا تھا سایا — کہ اس کو دھوپ نے کچھ نیں دکھایا
وو دن یوں جو گذارا آئی تھی رات — نہ کھایا نا پیا ہے بوالعجب بات
وو دوجی رین میں لئی تھی درازی — دل مہجور شمع جاں گدازی
اندھاری رات وو ظلمت کی جھولی — رین ہیں تھی بلا نے زلف کھولی
اتھی اس قدر بھاری وو نگوڑی — کہ قاروں کی کمر بوجے سوں توڑی
سکل رات آہ طالب کے لب اوپر — لگی تھی سوز ہیں خاک اس شب اوپر
قیامت تھا دل بے تاب میانے — نہ دیکھا خواب کو کیں خواب میانے
اندیشے بیچ کوتاہ رات کرتا — وو کالی رات سوں یوں بات کرتا
کہ تجھ پر کر دیا تیرے پڑوں پاؤں — درازی بس کرائے ظلمات کی چھاؤں
موذن کو جگا دے یوں خبر کر — کہ غفلت اس قدر اللہ اکبر
ہزاراں سال رہ تیری سحر ہے — مگر صبح قیامت پر نظر ہے
دکھاتی توں اجالاں کے نہنگاں — ڈراتی جگ کے تیں کیا ہیں یہ ڈھنگاں
غرض اس رات میں جو تھی وو بھاری — اتھی طالب کے لب پر آہ و زاری
جنا جس وقت دامن کو رین نے — رنگایا نور میں جامہ گگن نے

سحر گلشن دکھایا یاسمن کا — کیا ہے ناف میں نافہ ختن کا
تھا جن اور سکل ہندواں فکر میں — پڑے ہیں گرم طالب کے ذکر میں
دسیا ہے سب کو یہ حالت عجائب — ہوئے ہوش اُن کے حیرانی میں غائب
تامل کر کے وو لوگاں نے سارے — اندیشہ یوں بچارے وو بچارے
کہ دیکھو اس پہ گذرا تیسرا روز — نہ کھایا نا پیا وو شعلۂ سوز
لہو دل کا وہ غم میں پیوتا ہے — اچنبا یہ کہو کیوں جیوتا ہے
فکر لازم ہے اس مرزا کے اوپر — مرے ہتیا دیوے ہمنا کے اوپر
ذرا کچھ ہر وضا اس کو کھلانا — کھلا کر پاؤں پہ اوس کو اوٹھانا
سکل کو خوش لگی یہ فکر کھوٹی — چلے اس پاس لے کر دال روٹی
خنک پانی ستے پیالے بھرے ہیں — یہ سب طالب کے اگے لیا دھرے ہیں
شہید عشق نے کھاتا نہ پیتا — ذرا کچھ اس طرف رغبت نہ کیتا
تعجب بیشتر اُن کو ہوا ہے — ہر یک نے یوں بچارے کو کہا ہے
کہ کیوں یہ رزق کھاتا نیں دلوانے — مریگا یہاں سوں جاتا نیں دلوانے
کہا طالب نے ان ہندواں کنتیں یوں — پرت کے فن سوں غفلت اس قدر کیوں
جو ہی انسان کھاوے نا پیویگا — نہ کھائے نا پئے بن کیوں جیویگا
ولے بے دوست کھانے میں مزا نیں — زہر ہے زہر کھانا کچھ نفا نیں
جو موہنی آپ آ مجھ کو کھلا دے — دل رنجور کو قوت دلا دے
تو کھانا کھاؤں گا پانی پیوں گا — وگر نہ تم یہ ہتیا دے مروں گا
پلاوے اپنے ہاتاں سوں وو پانی — مو اتن بھر کے یاوے زندگانی
وگر نیں تو مجھ کھانا و پینا — روا نیں ایک ہے مرنا و جینا

جو یوں طالب نے بولیا وو ہنوداں ۔ پڑے ہیں رشک میانے وو حسوداں
کہے اس میں تو بدنامی بڑی ہے ۔ ہمارے پر مصیبت آ کھڑی ہے
نہ اوٹھ جاتا ہے یہ ترکا نہ کھاتا ۔ عبث ہمنا اوپر ہتیا دھلاتا
جنوں میں عشق کے ہے وو دیوانا ۔ اس آگے اپنی رڑ کی کیوں لیجاتا
اتا اس نے دھنائی کا لیا بھیس ۔ تغافل اور لازم آج کا دیس
کہ ہے بھوک آج اس کا دل لیکاوے ۔ جگر کو پیاس پانی کی جلادے
جب اس کے صبر کا شیشہ پھوٹے گا ۔ کدھاں لگ بیٹھتے گا آپی اٹھے گا
یہ کہہ کر چھوڑ عاشق کو چلے ہیں ۔ جو اہل درد تھے غم میں جلے ہیں
مہاجن پاس جا بولے یہ باتاں ۔ اونے مار یا ایس کے سر پہ لاتاں
کہا یہ کیا بلا آئی ارے رام ۔ کیا ہے اس بلا نے مجھ کو بدنام
نہ کچھ غم سوں پیا اس دن نہ کھایا ۔ خبر طالب کی ہر ساعت منگایا
کہ تا دن وو ہی گذرا آئی ہے شام ۔ گیا عاشق سوں بالکل صبر و آرام
عجب حالت یکایک رہ دیا ہے ۔ خبر خوش دل دیا مر کر جیا ہے

در بیان خوراندن موہنی طعام بطالب گرسنہ

کہا ہوں میں کہ دل کو دل ہیں ہے راہ ۔ اچھے حیرت کا گھر یہ آرسی آہ
بھکاری جب جو پاوے درس کی بھیک ۔ وصل دلبر کا کچھ ہوتا ہے نزدیک
اول ہوتی خبر بے تاب دل کوں ۔ خبر کرتی ہے وو سیماب دل کوں
اکیلا دل نہیں بچتا بلا میں ۔ نہیں رہتی ہے طاقت دست و پا میں
نفس اوپر سینہ عرصہ کرے تنگ ۔ اڑے جیوں جانور چہرہ تے رنگ

که تا ہجراں کی کالی رین میں آہ ۔ دسے روشن پیا کا حسن جیوں ماہ
عجب حالت ہے وو حالت که دلدار ۔ نظر میں بے خبر کی ہووے نمودار
ہوئی طالب اوپر جب تیسری رات ۔ نہ جانوں دل نے کیا بولیا اسے بات
که وہاں لڑنے لگیا بے تاب ہوکر ۔ مچھی جیوں کر لڑے بے آب ہوکر
اوٹھے جاگے سوں اور اڑاڑا کے روئے ۔ کبھی لڑنے سوں بے سدھ ہو کے سوئے
دیا تھا کچھ بشارت وصل کا دل ۔ خوشی میں ضبط کرنا دل کا مشکل
یہ حالت اس کا یک ہندو نے دیکھا ۔ کیا اس حال پر مرنے کا لیکھا
مہاجن پاس جاکر یوں پکارا ۔ که ہتیا تم اوپر دیتا بچارا
بڑے بوڑھے جو تھے ہنداں میں کامل ۔ کہے یہ بات ہے کچھ سخت مشکل
کتا ہے وو جو موہنی مکھ دکھاوے ۔ پیٹوں کھاؤں کھلاوے اور پلاوے
جو وو چھوری کو پاکی کی نظر سوں ۔ بجھاوے کیا ہے نقصاں مت کسو خوں
دیکھو کیا ہے اوس اوپر درد و زاری ۔ آتا کوئی نیں ہے اور ہے رات اندھاری
نکالو موہنی کو تا کھلاوے ۔ کھلا کر اوس کو مرنے تے جلاوے
ہوا راضی مہاجن اور بھجایا ۔ وو چنچل کو جنے فتنہ مچایا
طبق بھر کر جو کچھ حاضر تھا کھانا ۔ کیا وے اس کے ہاتاں میں روانا
چلن کو دلربا نا مکھ مڑوری ۔ بھی اس کے آگے ان کی ایک چھوری
دیا لے ہات میانے یک دھری ہے ۔ پیچھے اس کے خراماں وو پری ہے
طبق یک ہات اور یک ہات پیالا ۔ چلا لے کر وو مجلس کا اجالا
طبق میں نعمتاں پیالے میں پانی ۔ وو نعمت جان پانی زندگانی
چلی وو ناز کے پیالے کی ماتی ۔ گھونگٹ لے کر ٹھٹکتی مسکراتی

قضا را اس وقت طالب بچارا
کہ جس کے دل کو الفت نے سنوارا

دھرا تھا دل خدائے پاک اوپر
سجود کو سر الپس کا خاک اوپر

ضعیفی میں وو سجدہ کر رہا تھا
فنا کے بحر میانے بہہ گیا تھا

بدن بیچہ اس کے باقی یک رمق تھا
اگر موہنی نہ آتی جاں نجتی تھا

اٹھا دو خال مرنے کا علامت
جیا جب سر یہ آئی ہے قیامت

قیامت کون وو چنچل چھبیلی
سلونی اچپلی موہنی رسیلی

سر اوپر آکے عاشق کو پکاری
موے مارے کیا ہے درد و زاری

سجود سوں سر کو طالب نے اوچایا
کہ یہ سپنا عجب دیکھا خدایا

کتا تھا یوں دل بیتاب میانے
دیکھا ہوں روز محشر خواب میانے

ہوا تھا بےخودی سوں مست و بیہوش
دیوے کیوں کر جواب اتنا نہ تھا ہوش

کہا جو حکم اور بھی کچھ نہ بولا
غذا خاطر دہن اپنے کو کھولا

طبق پیالا دھری موہنی نے آگے
کہ کر کھانے لگی وو گھر کو کھاکے

کیا نیں کچھ اوس اوپر میں طالب
رہا تھا کھول کر موں یو کے جانب

سمجھ گئی دلربا مقصود سارا
بھی اس کے دل میں الفت جوش مارا

لے کر لقمہ دھری اوس کے دہن میں
موے کو روح ڈالی ہے بدن میں

بھی یک دو تین لے در لے کھلائی
لے کر پیالے کتیک پانی پلائی

وو لقمہ اس نے اس لذت سوں کھایا
کہ محشر تیں وو لذت نیں بھولایا

بزاں بولی وو خوبی میں یگانا
اتا جانی ہوں میں توں کھایا کھانا

یہ کھانا کھاکے بھی مت تلملا جا
خدا کے واسطے یہاں سوں چلا جا

یہ کہہ کر مکھ پھرائی ہوئی روانا
کہ سب تھے دیکھتے خویش و بیگانا

دعا کرنے کے تئیں طالب بچارا ‌ ‌ ‌ الیس دلبر کی جانب یوں پکارا
الٰہی رین دن محفوظ اچھے توں ‌ ‌ ‌ نظر لگنے ستے محفوظ اچھے توں
اچھو تو مجھ سنگاتی محرم راز ‌ ‌ ‌ سدا شطرنج بازی میں تیرا ناز
تیرا رخ شاہ آگے ماہ پیادا ‌ ‌ ‌ اچھو الفت کا فرزیں بند زیادا
وصل کے عزم کا گھوڑا اچھو تند ‌ ‌ ‌ ہجر کے پیل کا غلبہ اچھو گند
وو نعمت اصل کا جب لکھ چھپایا ‌ ‌ ‌ طبق کا لقمہ طالب نے نہ کھایا
ذرا پیالے ستے پانی پیا ہے ‌ ‌ ‌ ادھٹا کھانا وو سائل کو دیا ہے
اُسے بس تھے وہی لقمے جو دلدار ‌ ‌ ‌ دیا دھر کر کھلائے ہو کے غم خوار
وو نعمت سوں جو دلبر نے کھلایا ‌ ‌ ‌ بہت قوت بہت آرام پایا
وو رین آئی مبارک اس کے آگے ‌ ‌ ‌ دکھیا دیدار سوتے بخت جاگے
کیا ہے رات ساری شعر خوانی ‌ ‌ ‌ مضامیں شعر کے لعل رُمانی
دیکھو تم لعل کی صنعت گذاری ‌ ‌ ‌ کہ ہے در عین آتش آبداری
صفا اور آبداری حاصل اس میں ‌ ‌ ‌ ولیکن سربسر خونِ دل اس میں
اسی قسم اوس کے بتیاں کا مضامیں ‌ ‌ ‌ اتھی پر سوز اور تھی صاف رنگیں
ہر یک لب سوں چوئیں پر سوز بتیاں ‌ ‌ ‌ کرے دل میں اثر بتیاں کے باتاں
خصوصاً جب جو عاشق کی زباں سوں ‌ ‌ ‌ بچن نکلے محبت کے بیاں سوں
خوش آہنگی سوں عاشق شعر پڑتا ‌ ‌ ‌ وو سن شعلہ جگت کے دل میں پڑتا
غزل خوانی منیں وو رات ساری ‌ ‌ ‌ گنوایا اور کیا ہے اشک باری
ذرا طالب کی ادن بتیاں کا مضموں ‌ ‌ ‌ غزل میانے ہوا اس قسم موزوں

کیفیت غمزہ لہا کہ طالب بایں مضمون می گفت

دیکھو یاراں عشق کا حال کیا ہے — ستم ہے سکھ ہے راحت ہے بلا ہے
کبھی دل جام جم سا خوں بھرا ہے — کبھی آئینہ ایزد نما ہے
کبھی اس جام سوں بزم وفا نیں — دماغ دل کے تئیں مستی رسا نیں
کبھی اس آرسی کے باغ میانے — جگر میں سوز دل ہے داغ میانے
وفاداراں کو ہے دور راحت افزا — ہوس ناکاں کے تئیں ہے روح فرسا
نہ پاوے فخر رازی راز اوس کا — بجز عاشق نہ ہووے دمساز اس کا
چلا آ عشق دل گھر ہے یہ تیرا — نہیں تجھ باج کوئی غم خوار میرا
مجھے موہنی نے ماری اور جلائی — آپس کی وصل کی نعمت کھلائی
میں پایا وصل کی دولت مبارک — بفضل و لطف خلاق تبارک
میری حالت کو شیریں داستاں میں — مزا ہے وا کہ گر لاوے بیاں میں

برخیزانیدن ہندواں روز چہارم طالب را از دروازہ وگردیدن طالب دوکانہا و بازارہا و فریاد رفتن ہندواں پیش حاکم و طلبیدن طالب در آنجا

بچن کی چاشنی شیریں نمک ہے — مزا اس میں بہت کیا اس میں شک ہے
بھی نیں کچھ غرض یاراں اس بچن میں — کہ یک مطلوب کو لانا یوں وزن میں
یہ سب لازم ہے تب پاوے رنگینی — نزاکت پختگی شوخی شیرینی
اوسی کے رنگ کے کپڑے پنانا — چمن میں خیال کے جلوہ دلانا
سمجنا مطلب ظاہر ہے آساں — ہے ظاہر بس سوں میرا دل ہراساں
رگے رگ میں سمجنا نام ہے یو — کہاں لیکن ہر یک کا کام ہے یو

حساب اوس چسنج کا ناداں نہ پاوے
خدا دانا اگے دفتر کھلاوے

اتا کرتا قصے کا ذکر تازا
ہنر کا ڈالنا جگ میں اوازا

کہ جب اس رات نے زلفاں سمیٹی
لے کر مغرب کے سر پچھے لپیٹی

دِسیا مکھ نو عروس مشرقی کا
نفس مارا صبح نے صادقی کا

مہاجن اور ہنوداں مل کے آئے
بچن اس قسم طالب کو سنائے

کہ اب رحم و کرم کر کان دھر بات
چلا جا یھاں ستے ہم سوں اوجات

اگر یا ننگ ہے اے مرد ہوشیار
کسی کی ننگ کا مت ہو خریدار

جو کچھ بولیا ہے توں ہم نے کئے ہیں
ایس پر جگ میں بدنامی لئے ہیں

اگر موہنی مجھے آکر کھلاوے
کھلائی وو آتا توں کیوں نہ جاوے

گھر آگے کیوں دیا دھرنا غرض کیا
ترا کچھ ہم پہ آتا ہے قرض کیا

ہلائے سوں جو تم نیں اوٹھ کے جاتے
اتا کوتوال کے پیادے لے آتے

بھلائے سوں اوٹھو گے تو بھلا ہے
دگر نیں تو تمہارے پر بلا ہے

تمہاری آبرو پھر وھاں نہ رہیں گی
پڑو گے قید میں عزت نہ رہیں گی

یہ کیا ہے تان بازی اے فلانے
یہ کیا ہے شور مرزا جیو دیوانے

یہ بیتاں کیا ہیں سیدھے بول بولو
غرض کیا ہے تمہارا کھول بولو

لے کر جواب اپنے مطلب کا سدھارو
عبث گھر کن نکو اتنا پکارو

جب اوس ہندو نے کہہ کر چپ رہا ہے
جواب اس قسم طالب نے کہا ہے

خدا ہرگز نہ چاہے ننگ لیوں
کسی کے ناؤں کو برباد دیوں

خیانت نیں کیا اتنا گنہ گار
کہ پیو کا دور سوں دیکھا ہوں دیدار

مجھے جب دوست نے نعمت کھلایا
زباں کو شکر بلبل کر بولایا

کیا شکر اوس کا آہنگ غزل ہیں — کسے سوں کیا کیا جنگ و جدل ہیں
زباں پر آبرو کا نام لاتے — ناحق کو لتاں صوبہ سوں ڈراتے
اگر کوئی قید میں مجھ کو کرے گا — بجز جاں کیا ہے حاضر جو لیوے گا
دو جاں تو ہے نثار کوئے جاناں — شہید غمزۂ جادوئے جاناں
تمہارے دشمناں کے گھر یہ دھرنا — مجھ اوپر یہ گماں ہرگز نہ دھرنا
ولے مجھ پر پڑا یہ کام مشکل — کہ موہنی کن امانت ہے میرا دل
جو مانگیا دل میرا منکر ہوئی ہے — کتی ہے گم ہوا دل کیا سوئی ہے
نہ سمجھو دل میں میرے کچھ خطا ہے — خدا کی سوں غرض مجھ دیکھنا ہے
اگر ہر روز دلبر نہ کھلاوے — نہ کھاؤں ناہیوں گر جیو جاوے
جو تم منگتے ہو میں نالہ کروں ہیں — دیوں ہتیا تمن اوپر مروں میں
مجھے دن رین میں یک وقت کھانا — دو موہنی دلربا آ کر کھلانا
اگر کہتے ہو اوٹھ جاتا اٹھوں گا — ولے اس کے دیکھے بن نا جیوں گا
جو رسوائی سوں ڈرتے تم بچارے — مجھے کیں دیو جگا گوشے کنارے
کہ بیٹھوں اس جگہ لنددن عقل کھو — اچھوں دلبر کی خوبی کا دعا گو
سنے جب یہ بچن ہندواں نے سارے — دٹا کر سخت عاشق پر پکارے
جگا ہمناں سوں منگتا کیا حیا ہے — خلق سب کیا کہے گی کیا رضا ہے
چلا جا ڈھونڈتا اپنی جگا توں — ہمارے در ستی اوٹھ کر کے جا لوں
مروں گا بولتا مرنا ہوس نیں — کھلائی موہنی یک بار بس نیں
حکومت دم بدم کرتا ادا سوں — نہ کھا کر گر مرے گا توں بلا سوں
یہ کہہ کر گالیاں دینے لگے ہیں — زباں اوپر بورا بولن لگے ہیں
برا

اٹھا ہے وہاں سنے وو طالب زار — بدن خالی دل اُس کا پیش دلدار
اونن کے گھر کے حد سوں بھار آیا — دوکاں جو یک اتھا خالی سوں پایا
دوکاں اوپر مکاں اس نے کیا ہے — بھی اپنے شور کا شیوہ لیا ہے
لگیا پھرنے کے تیں اوس ٹھار میانے — پیا کے گھر کنے بازار میانے
سیاہ زنگی کو رومی نے لپیٹا — فلک نے شور و غوغا کو سمیٹا
سکل رین اس دوکاں اوپر دوغاری — کیا ہے شور خوانی راگ بازی
دوجے دن بھی بہت رونے لگیا ہے — ایس انجھواں سوں مکھ دھونے لگا ہے
پھرے اپنے جنوں کا کام لے کر — پکارے موہنی کا نام لے کر
جو لوگ اس باٹ سوں آتے وجاتے — مہاجن کے اوپر ناداں دھراتے
ہر ایک کو ایک ہنس کر یوں بتاتا — کہ موہنی کا دیکھو عاشق وہ جاتا
مہاجن گرچہ اول خوش ہوا ہے — کہا صد شکر بھاں سوں اوٹھ گیا ہے
ولے آخر کو جب یہ حال دیکھا — جنوں طالب میں مالامال دیکھا
سنا اس قسم بدگویاں کی باتاں — ایس جینے سوں وو دھویا ہے ہاتاں
کہ رسوائی دیکھو دونی ہوئی ہے — چھٹی ہیں موہنی کیوں نیٹ موئی ہے
دوکاں بازار میں بھی غل مچا جب — تنگ آئے ہیں اس کے ہات سوں سب
گئے حاکم کنے سارے ہنوداں — دو ظالم لوگ عاشق کے حسوداں
ہمارے پر بڑا سا کچھ ستم ہے — نہایت ہم پہ ہر دم درد و غم ہے
پکارے اور کئے غوغا و فریاد — کہ یک غنڈے کے ہاتاں داد بیداد
اوسے گھر کن ہمارے نت گذر ہے — اوسے ہمنا کی لڑکی پر نظر ہے
اول بیٹھا رہا ہے تین دیساں — دیکھا یا نکر کے کئی رنگ بھیساں

نہ کھایا نہ پیا مرنے لگا ہے　　دیکھیں تو کوئی نہ یہاں اس کا سگا ہے
کھلا کر اوس کو محنت سوں اُچائے　　او جا کر یکبھی ذرا راحت نہ پائے
دوکاں بازار میانے نت پکارے　　نڈر نام اس کا لے کر نعرہ مارے
کیا رسوا ہمن کو جگ منے آہ　　جلایا بلکہ غم کی آگ میں آہ
ہم اس کے ہات سوں عاجز ہو فریاد　　لے کر آئے تمن سوں مانگتے داد
بندیخانے میں اس کو لا کے ڈالو　　نہیں تو شہر سوں باہر نکالو
قضا را اوھاں کا حاکم اہل دل تھا　　بھلائی پر وو مائل متصل تھا
نہ تھا کچھ داغ الفت سوں وو خالی　　اتھا وو درد کے گلشن کا مالی
ہنسا سن کر کئے وو شور زیادہ　　بولایا عاقبت کو یک پیادہ
کہا اس کو کے جا عاشق کنے توں　　زیادہ کچھ مت آشدت منے توں
بچن نرمی سوں بول از روئے اخلاص　　بلا لا ہے وفا اس کو میرے پاس
گیا طالب کنے پیادہ شتابی　　کہا معقول باتاں اور حسابی
دل اس کا ہات میں لے کر کہا ہے　　عشق میں اے مصیبت تو سہا ہے
خبر نیں تجھ کو ہنداں مل کے سارے　　تیری فریاد حاکم کن پکارے
اگر توں پاک ہے بے باک اچھنا　　چلن کو ان کنے چالاک اچھنا
کہ حاکم سن یہ باتاں مسکرایا　　تجھے لئی مہربانی سوں بولایا
میرے سنگات چل مت ہو ہراساں　　کرے ایزد تری مشکل یہ آساں
وو پیادے سات اوٹھ کر خواہ ناخواہ　　چلیا طالب کہا الحکم للہ

آمدن طالب پیش حاکم و حکم نمودن حاکم و قرار دادن کہ
هر روز موہنی طعام و آب بطالب خوراند و ذکر

غلام مہاجن و دایۂ موہنی

عزیزاں جگ میں ہمت کا بڑا نام
کہ سب ہمت سوں صورت پاتے ہیں کام
جسے ہے عزم میانے استواری
وو ہوتا صید مقصد کا شکاری
پہونچتے سالکاں ہمت سوں منزل
نکو گھبراؤ ہمت پر دھرو دل
طلب کی راہ میں طالب کو سکھ نیں
وصل پانا بغیر از رنج و دکھ نیں
غم اوس کا دل کو شادی کر دکھاتا
جو بھیجے زہر شکر کر کے کھاتا
بزاں وو دکھ دل آگے ہوتے ہیں صاف
او ٹھا مارے جو پیش آوے تو کوہ قاف
کمر گھٹ بند کے ہمت دل میں گھیرو
جو طالب ہو طلب سوں مکھ نہ پھیرو
دیکھو ہمت پہ طالب کیوں رہا ہے
جو پیش آیا ہے ہمت سوں سہا ہے
دھرا جب مجلس حاکم منے پاؤں
لیا دیکھ اوس کو عشق اللہ کا ناؤں
چھڑی بردار حاکم کے پکارے
کہ اے راہ ادب کے حد سوں نیارے
سلام اس قسم نیں کہ سر کو خم کر
ایس کے سر سوں مغروری کو کم کر
کہا طالب نے ہنس کر اے عزیزاں
عدل انصاف میں صاحب تمیزاں
جو سر ہووے تو اس کو خم کروں میں
دل و جاں پیو کن سر کی خبر نیں
جو بولیا اس وضا طالب جوانمرد
سنا حاکم نے دل میں لائیا درد
غصہ سوں چوبداراں کو ڈٹایا
تبسم کر اوسے آگے بولایا
بٹھایا ہے ایس کے پاس اوس کو
سو تگایا دلبری کی باس اوس کو
بزاں بولیا مہربانی سوں حاکم
مہاجن تجھ پہ فریادی ہیں سالم
نکو ڈر تجھ اوپر نیں مجھ کو غصا
ایس کا بول آنداں سوں قصا
بیاں کرنے لگیا وہ الفت اندیش
جو کچھ گذرا اتھا اس پر بے کم و بیش

دکھن کو ہند سوں ہونا روانا / دکھن پھر کر پرینڈے بیچ آنا
وو چشمے پر نظر پڑنا پری کا / لجانا دل ووکان دلبری کا
عشق میں مست اور بیخود ہو جانا / پکڑنا اس کے گھر آ کے ٹھکانا
نظر کا تار دروازے پہ سینا / نہ وہاں کچھ تین دن کھانا نہ پینا
بزاں اس موہنی پیاری کا آنا / الیس کے ہات سوں کھانا کھلانا
موئے پر پھر کے پانا زندگانی / ادا کرنا خوشی سوں شعر خوانی
دم صبح اس جگا سوں اوٹھ کے جانا / دوکاں بازار میں کرنا ٹھکانا
حقیقت سب کیا ظاہر تمامی / بزاں بولیا کہ اے دولت میں نامی
کسی نے مجھ ستے کچھ دکھ نہ پایا / مجھے اس ظالماں نے لئی ستایا
ظلم کر کر مرے دل کو دکھائے / بھی اودلئے۔ مجھ پہ فریادی ہو آئے
رایا تمنا کے آگے بھی کتا ہوں / کہ موہنی کے دیکھے بن نئیں رہتا ہوں
قسم کھایا ہوں بن محبوب کھانا / حیات خضر اگر بخشے نہ کھانا
مجھے تو کچھ خیانت پر نظر نیں / بجز دیدار مقصودِ دگر نیں
اگر مجھ سوں خطا دیکھیں دگر گوں / شکل اوپر حلال اپنا کیا خوں
کہو اس بیچ کیا نقصاں ہو جاوے / کہ وو ہر روز آ مجھ کو کھلاوے
پڑا رہ کر اچھوں گا میں دعا گو / غلامی سوں نہ گذروں یکسر مو
دو بھوکیاں کو کھلاتا دان کرتا / حسد سوں مجھ پہ نیں احسان کرتا
خیانت گر کروں تیرا گنہ گار / یہ ہند واں ہیں جیو کے خریدار
مجھے ناحق جلاتے واے ویلا / سجن کو نیں دکھاتے واے ویلا
یہیں کہتا تھا اور انجھواں بہانا / اپے روتا اور حاکم کو رولاتا

دلاسا اوس کو حاکم نے دیا ہے
رُمال اپنے میں اشک اُس کے لیا ہے

تسلی سوں غم اوس کا تکہ بھلا کر
مہاجن کو کہا آگے بلا کر

مجھ آگے بات کیوں جھوٹی بنائے
کہ ہم اوس کو کھلا وھاں سوں اوجائے

کھلائی موہنی اور توں چھپایا
ذرا فتنہ جو سوتا تھا جگایا

اگر منگتے تھے تم اوس کی فنا کو
بھی اوس کے سر پہ کیوں بھیجے بلا کو

کیتا سوگند کھا کر وو بچارا
خطا مجھ سوں نہ ہوئے آشکارا

غرض پاکی کا بس دیدار مجھ کو
تصدق کچھ کھلا دے یار مجھ کو

دکھانے بچہ اوس کے کیا ہے نقصاں
نہیں خانہ نشیں وو ماہ تاباں

کہ سب بندہ دانیاں پانی کو جاتیاں
سکل عالم کو مکھ اپنا دکھاتیاں

اوس اوپر بھی بلا پانی پہ آئی
وو چنچل موج جلوہ کی دکھائی

عبث توں اس بچارے کو دکھایا
ہمیشہ آتی جاتی اب چھپایا

یقیں ہے موہنی بن یہ مرے گا
تمہارے سر پہ خوں اپنا دھرے گا

نکو مانگ ایک عاجز کا فنا توں
نکلنے سوں اوسے مت کر منا توں

فقیراں کو ستانیں نیک ذاتاں
دلاتے خیر جھروداں کے ہاتاں

دعا لیتے انن سوں نیک ناماں
بھلے کے گھر کے نیکی کے ہیں کاماں

بُرا نیں گر وو لڑکی لے کے کھانا
انیس کے گھر کی خیر اوس کو کھلانا

اگر کچھ ہے تمہارے دل میں وسواس
اچھو جاسوس اس کے آس اور پاس

بجز دیدار پاک اس سوں برا کام
اگر دیکھو کرو آ مجھ کو اعلام

کہ اوس کو لیا ندیخانے میں ڈالیں
مرے لگ وہاں سوں باہر نہ نکالیں

یہ نیں کرتے اگر تم یہ بچارا
عبث اس غم منے جاوے گا مارا

بزاں تم پر وو خون ناروا ہے ۔ مجھے تمنا سوں لینا خوں بجا ہے
یہ کہہ کر پان کے بیڑے دیا ہے ۔ سبا ہو کاراں کے تیں رخصت کیا ہے
ہنوواں ڈر کے رخصت جب جو پائے ۔ خجل ہو سر نیچے کر باہر آئے
کہا حاکم نے طالب کو کہ اے دوست ۔ عشق کا روح پرور مغز تا پوست
چلا جا توں ابھی اون ہندواں کنے سنگات ۔ نکو کر نیک و بد سوں اوس سنگے بات
کہ دیویں گے تجھے بے شک ٹھکانا ۔ کھلاوے گا ترا محبوب کھانا
عقل کا بھی ذرا لے ہات داماں ۔ کہ ڈو رہزن بڑے ہیں نفس شیطان
تجھے دشمن بہت ہیں پاک اچھنا ۔ خدا پاکاں طرف لے باک اچھنا
تیرا مشتاق اچھوں گا نا بھلانا ۔ کبھو شام و سحر مجھ پاس آنا
دعا اور شکر طالب نے کیا ہے ۔ ہنوواں کا بزاں پیچھا لیا ہے
گھراں میں اپنے وو ہندواں جب آئے ۔ خجل اور منفعل ہو منکھ چھپائے
کنے گوشے میں یک حجرا مقرر ۔ کہ وہاں بیٹھا اچھے عاشق قلندر
وو شوخ دلربا محبوب موہنی ۔ کرے نت درس کی نسووے کی بھنی
کوئی بائیں اوپر پانی کو جاوے ۔ ہر یک دن شام کو کھانا کھلاوے
غلام یک تھا شریر و زشت و ناپاک ۔ ہما جن کی بدی کے فن میں چالاک
سیہ رو بد بخت کا ناؤں چیرا ۔ نکھ اس کا تا یہ مطبخ کا گھیرا
کبھی ماتھے سوں اپنے چیں نہ کھولے ۔ بجز تلخی سخن ہر گز نہ بولے
دو دانتاں مثل سگ تھے مردم آزار ۔ ادھوڑے سے وو لب تھے سخت مردار
شکم لے ڈول افعی کا ٹپارا ۔ سر اوس کا گنبذ و گردن منارا
دم روباہ موچھاں بال کانٹے ۔ پنجے میں انگلیاں ادرک کے پھانٹے

دل اوس کا سخت جیوں پتھر ہمیشہ
بدی پر چست بدگو ہر ہمیشہ

کئے تھے ہندواں اوس کو مقرر
کہ جب آتی کھلانے کو وو دلبر

غلام شوم رو سنگات آتا
مجال عرض کچھ عاشق نہ پاتا

کرے موہنا یہ غوغا دمبدم میں
کہ بیگی سوں کھلا کر چل حرم میں

سحر پانی کو جب وو شوخ جاوے
اوسی پنگھٹ اوپر طالب بھی آوے

غلام رو سیہ پیچھا نہ چھوڑے
خدا ایسی بلا کی ٹانگ توڑے

نہ وھاں ناباٹ میں اس شوم کے ہات
نہ یاوے فرصت اتنی جو کرے بات

جدھاں موہنی چلی تب سات جاتا
پھری جب گھر کو پیچھے لگ کے آتا

نماز شام لگ بھی دیکھتا راہ
کہ حجرے میں برج کے ٹک دسے ماہ

کھلاوے نعمت دیدار کھانا
جدھاں جاوے کھلا کر مڑ کے جانا

فجر لگ رین ساری ہو کے بےتاب
تصور بیچ اچھتا بے خور و خواب

کبھی گھبرا کے لمحہ گرم ہوتا
سجن کا دیکھ سپنا چونک روتا

کبھی کچھ راگ بازی خیال کرتا
صدا میں پیو کو عرض حال کرتا

سدا چیرا کی باتاں غم میں رہتا
وو بلبلوں کی بری گالیاں کو سہتا

اسی قسم ہر دھنا گذرا مہینا
ہوا دریائے غم عاشق کا سینا

کہ ایسا وقت نیں آیا کبھی ہات
دمے صحبت کہے کچھ دوست سوں بات

نوا غم بیش آوے دمبدم میں
نہ کوئی غمخوار اوس کا درد و غم میں

ولیکن موہنی کی ایک دائی
کہ کرتی وو سکل جگ سوں بھلائی

بہت مسکیں بہت سی نرم دل وو
ہریک کے غم سوں غمگیں متصل وو

بہت طالب کے دکھ سوں دل کوڑائی
سدا غمخوار ہو اس پاس جاتی

دیکھ اس کے حال کو بے تاب ہوتی   جو حال روتا تھا وو دائی بھی روتی
دلا سا دے جب اس کو گھر ہیں جاوے   سب اوس کا درد موہنی کو سناوے
یہ کاماں کر کے یوں دائی نے دن رین   کری ایسا کہ موہنی سوں گیا چین
کشش نے دل کی اون کا دل لیا تھا   اثر کچھ عشق کے غم نے کیا تھا
کرے خلوت سدا دائی کے سنگات   مکدر ہو کے طالب کی کرے بات
سندیسا بولتی پر خوں جگر تھی   وو دائی بیچ میں پیغام بر تھی
دلاں پر جو زخم چیرا لگاتا   وو مرہم زخم کا دائی سوں پاتا
ولے چیرا سدا دائی سوں لڑتا   کہ کیوں جاتی دیوانے کن جھگڑتا
اسیر دام غم طالب ہوا تھا   اگر دائی نہ کام آتی موا تھا
کبھی ملنے کو حاکم پاس جاتا   کتا چیرا میرے دل کو دکھاتا
وو بد گوہر میرا دشمن ہوا ہے   میرا داغ اوس سوں جان و تن ہوا ہے
بہت دیتا اوسے حاکم دلاسا   کہ غم میں صبر کر مت ہو اداسا
صبر کرنے منے درنج خرج ہے   سنائیں صبر مفتاح الفرج ہے
ازل سوں گل کا حصا خار باٹا   ہوا چیرا تیرے اس گل کا کانٹا
یہ کانٹے کو کہ ہویں اوس کی نیں کور   کرے اللہ تیرے باٹ سوں دور
ہدایت دیں یہ تیرا دوست پاوے   رہم سوں شرع کے تجھ پر ہیں آوے
ابھونت دوستی کا گھرا باداں   سیہ رو دشمناں اور دوست شاداں

آمدن ایام ہولی و رفتن موہنی در باغ و نیز رفتن طالب و ملاقات شدن۔

انا مطلب ہے رنگیں تر بیاں میں   رنگینی کی بچن آتی زباں میں

یہ رنگا رنگ ہے مضموں طرازی
اچھو ہولی کی رنگیں رنگ بازی

عشق کا رنگ ہے ہر روز تازا
عشق کی دھوم کا جگ میں اوازا

عبیر افشاں عشق کا نام ہے یہاں
ایس سوں چشم پوشی کام ہے یہاں

خدا اس قسم ہولی نت دکھاوے
کہ اس تقریب سوں دلبر ملاوے

کھولے رنگیں چمن میں وصل کے گل
اچھو عاشق خوش آہنگی میں بلبل

او یہ مرلے سوں بخت اتنا سمھالے
کہ قاتل خوں سوں آکر رنگ ڈالے

نہ آسانی سوں ایسا باغ ملتا
کہ اس میانے درس کا پھول کھلتا

عجب حالت ہے اے الفت پرستاں
سجن اور رنگ بازی اور گلستاں

عشق کی رہ میں گر ثابت ہو آوے
خدا طالب کے تیں مطلب دیکھاوے

وو طالب عشق کا حجرہ نشیں تھا
اکیلا سب سے وحشت گزیں تھا

ہوا ایسا کہ دن ہولی کے آئے
سکل ہندواں ہو رنگیں رنگ مچائے

بہار زعفراں نے گل کرے ہے
ہنسی دشنام سوں تل غل کرے ہے

سکل ہندواں نے پچکاریاں سنوارے
دے وو حوض شوخی کے فوارے

ہوا ہے خورمی کا باغ تازا
اٹھا ہے تال مندل کا اوازا

سر اوپر غم کے ڈالے خاک ہندواں
گل افشانی کئے بے باک ہندواں

سا ہوکاراں کے امرد نوجواناں
ہر یک دلبر کا کیسریا تھا باناں

نکل کر گھر سوں آئے خیل در خیل
بہائے ہر گلی میں رنگ کے سیل

اوڑائے بھویں اوپر رنگیں نہالی
ہوا دستی گگن لگ سب گلالی

زمیں اسمان زردی کا نشاں تھا
مگر پرواز رنگ عاشقاں تھا

چنچل ہندوانیاں پچکاریاں ہات
چلیاں باغاں کے تیں دس بیس مل سات

شکر لب کے قبیلے کی چھبیلیاں   مزے ہیں دلربائی کی رسیلیاں
لے کر اوس کو انیس کے سات ساریاں   چلیاں یک باغ میں وو شوخ پیاریاں
شہید عشق طالب کو وو دائی   اوسی ساعت یہ خوش وقتی سنائی
کہ خوباں سات ہمنی باغ جاتی   تجھے میں باغ میں اوس سوں ملاتی
اچھے گا گھر منے ناپاک جیرا   کہ وو دشمن ہے نت تیرا و میرا
خبر یوں ہے کہ خوباں رات ساری   اچھیں گے وہاں نکو کر بیقراری
پچھے مت لگ کے آ ہرگز شتابی   کہ جیرا جل کے لاوے گا خرابی
سکل دلیں اس جگہ یک پہر ہے رات   صبر کر بیٹھ میری کان دھر بات
جو توں اس وقت لک حجرے میں ہووے   وو دشمن جمع خاطر ہو کے سووے
جدھاں خواب اجل دیکھے وو ملعوں   فلانے باغ جانب چل کے آتوں
کہ وہاں دلبر آگے منتظر ہیں   اچھوں گی تجھ کو کچھ خوف و خطر نیں
یہ کہہ کر دلربا کے سات دائی   گئی گلشن کو وو الفت کی مائی
دھری جب موہنی نے باغ میں پاؤں   لگے سرو اس کے قد کی ڈھونڈنے چھاؤں
کلی اپنے پیرہن میں نیں سمایا   نثار اوس کا طبق زر بھر لے آیا
زباں سوسن کی تتلانے لگی ہے   چنبیلی ہار گوندلانے لگی ہے
لٹی سنبل کی بالاں خاک میانے   پریشاں تھا حسن کی دھاک میانے
گل مہندی نے رنگینی رنگ مچائی   حنابندی کا ساماں کر دکھائی
بہار داغ آیا مست لالا   لرزتا ہات میں شادی سوں پیالا
لگی نرگس سکل صورت نین کی   اتھے حیرت میں اوس گل کے دیکھن کی
طرب سوں جھولتے تاج خروساں   رنگینی میں سرانگشت عروساں

گل صد برگ ہو لی کر دکھایا — لباس اپنے کو گیروا رنگایا
چھبیلیاں رنگ بازی میں ہویاں گرم — پھٹا شوخی کی ہاتوں پردۂ شرم
گل افشاں وو ہوئی ہر ایک پیاری — ہوا تھا حسن کا دامن غباری
وو موہنی دلبری کے باغ کا رنگ — گل رنگیں گلستانِ دل تنگ
گلال اپنے پلو میانے بھری تھی — جھمکتی چلبلی سب میں پری تھی
موٹھی بھر پھینکتی چنچل چکاری — پھر اوس جلدی میں پچکاری پہ کاری
اتھا اس قسم غوغا وہاں چمن میں — چھبیلیاں گرم تھے شوخی کے فن میں
کہ تا دن سر کیا اور رین آئی — بنفشی کا چمن گیتی دکھائی
کہیا جامے کو نیلوفر نے نیلی — اسے سن رات کملائی چنبیلی
تھکے اوس دھوم سوں خوبان دلبند — ہوئے ہیں نیند سوں نیں آرزومند
چمن میں یک محل لبس باصفا تھا — ہر یک نقش اوس کا رنگیں دلربا تھا
بلندی اس قدر بے شک وو دھرتی — کہ ٹکڑے ہو نگہ وہاں سوں اترتی
بہت حجرے بہت دالاں محل میں — نشاط و خورمی اوس کے بغل میں
سنوارا جس نے اوس کی طاق بندی — بہت تھی اس کی دانش کو بلندی
ہر یک بت چنچلی مانند سیماب — بچھائے اس محل میں سبزۂ خواب
بھی یک حجرے میں دائی نے بچھونا — کری اور لیٹی او دلبر سلونا
شکر لب کی چنی کرنے میں دائی — جو دیکھی وقت خلوت یوں سنائی
کہ تجھ دلبراں منے کچھ داد بھی ہے — ذرا عاشق بچارا یاد بھی ہے
ہکی موہنی ہیں اوس کو نیں بھولائی — کروں کیا وقت پرسش کا نہ پائی
اتا وو ہے کہاں مجھ کو خبر بول — خبر اوس بے خبر کی سر بسر بول

کری یوں عرض دائی اے دل آرام　　وجاہت میں تیرا روشن اچھو نام
جدھاں توں باغ کی جانب چلی تھی　　کہوں کیا ہوش اوس کی تملی تھی
پیچھے آنے لگا وو درد پیشہ　　مجھے رسوائی کا آیا اندیشہ
اوسے حجرے کو محنت سوں پھرائی　　بہت قول و عہد کر وہاں بٹھائی
کہ دن تا پہر شب آرام لے توں　　بزاں آ باغ کو میں منتظر ہوں
اتا گلشن کے دروازے پہ جاتی　　جو آتا باغ میانے اوس کو لاتی
خبر بولوں گی آیا ہے نہ مانا　　تجھے لازم ہے اوس کے پاس جانا
غم و درد اس کا دل میں یاد کرنا　　میٹھی باتاں سوں اوس کو شاد کرنا
سنی موہنی یہ باتاں کچھ نہ بولی　　قفل لب کا کرشمہ سوں نہ کھولی
ملن کی آرزومند دلربا تھی　　خموشی میں وو المنصف الرضا تھی
سمجھ کر دل میں دائی اوٹھ چلی ہے　　گئی دہلیز کن وہاں تلملی ہے
در اوپر باغ کے جا ہانک ماری　　ایدھر دیکھی اودھر دیکھی بچاری
نہیں کوں تاہ کچھ گلشن کی باتاں　　میرا دل خوں ہوا طالب کے ہاتاں
کہ غم کھانے پہ دل اپنا دھرا ہے　　دو عالم آرزومندی بھرا ہے
رہا حجرہ میں سارا دنیس عاشق　　صبوری کا لیا ہے بھیس عاشق
بجی شب یک پہر اوس جاگے میں دلگیر　　رہا لیکن غلام اوس سوں خبر گیر
جدھاں وو بدگہر سو کر رہا ہے　　مرا ہے یا فنا ہو کر رہا ہے
چلیا طالب وصل کے باغ کے تیں　　کیا رہبر چراغ داغ کے تیں
جو پہونچا باغ کو حاضر تھی دائی　　چلا آ کہہ کے عاشق کو بلائی
چمن میانے پکڑ کر ہات اوس کو　　چلی لے کر الیس کے ساتھ اوس کو

بٹھائی ایک گوشہ میں چمن کے / گئی نزدیک اوس نازک بدن کے
کہی موہنی کے تئیں جا کر آہستہ / بھی ایسا وقت فرصت کا نہ دستا
میں یک گوشہ منے اس کو بٹھائی / شتابی چل نکو کر بے وفائی
چنچل بولی کہ ڈرتا ہے میرا دل / کرولی کا آگ کن بجھنا ہے مشکل
عشق کے رہ میں گرچہ خاک ہے وہ / دیوانا ہے بہت بے باک ہے وو
مبادا نفس کا فرماں سنے وو / خیانت کے چمن کے گل چنے وو
مجھے بھی ننگ ہے رسوائی سوں مرنا / عقل کہتی ہے یہ جسرت نہ کرنا
قدم پر اوس کے رکھ کر سر کو دائی / کہی اے سرو باغ دلربائی
یہ وسواساں نکو لا دل منے توں / میرے سنگات چل طالب کنے توں
کہ ہے وو پاک عاشق بوالہوس نیں / خیانت پر کچھ اوس کو دسترس نیں
تیرے زخموں سوں اوس اوپر بلا ہے / کہ لوٹتا خاک میں بے دست و پا ہے
لگا کر زخم ہی کیا ڈھیر کرنا / ایسی کے صید کو تکبیر کرنا
چل اوس کے پاس نہ چلنا ظلم ہے / جلا یا مار پھر تیرا حکم ہے
یہ کہہ کر ہات پکڑی دلربا کا / اوٹھی چنچل وو اوڑھنا تھا بلا کا
سمند ناز پر سواری کیا تھا / قیامت نے رکاب اوس کی لیا تھا
نورانی مکھ کے پرتو کا ہوا وھاں / اندھارے باغ میں لگی کے چراغاں
بہت دھیرج سوں چلتی شوخ چرکا / کمر نازک اوس اوپر حسن کا بھار
جھجک کر ناز سوں پیاری کہے یوں / کہ جیو ڈرتا اندھارے میں چلوں کیوں
یہیں کہہ کر کھڑی رہ گئی وو چنچل / پکڑ کر کھینچی ہے دائی نے آنچل
بہار رنگ کے ہاتاں میں نیرنگ / چلی ہے لے کے پچکاری بھرا رنگ

کہ عاشق کو بصد رنگ آزمائے
الپس شوخی کی رنگینی دکھائے

ایدھر تھا منتظر عاشق بچارا
ہجوم شوق اوس کو مار اوتارا

درخت آم کو تکیہ دیا تھا
ذرا آہنگ کا نغمہ لیا تھا

سنوارا تھا اداسوں باغ سارا
چمن میں درد کے ڈالیا پکارا

کیا تھا سوز کا آہنگ پورا
بجاتا اوس میں نالے کا تنبورا

جلیا تھا آرزو کی آگ میانے
یکایک رنگ آیا راگ میانے

چھپی چوری سوں آئی ہے پیاری
لگائی تیر پچکاری کا کاری

وو تیر اس کے بدن کو جیوں لگا ہے
اوٹھا ہے جو کدن دیکھن لگا ہے

ادل حیراں ہو دل میں پھر کے پایا
کہ یہ لشکا وو چنچل نے دکھایا

الپس کو شوخ جھاڑاں میں چھپائی
پچھے جب پھر کے دیکھا ہے وو دائی

گیا اوس کن تپائی دلربا کو
کہ وہاں جا ڈھونڈنے اپنے پیا کو

نشاں پانی کا جب پایا ہے پیاسا
ہوا ہے اپنی ہستی سوں اوداسا

پیاہات اور اندھاری ہو رہی رات
صبر کرنے کی وہاں پھر کر نہ تھی بات

اودھر دوڑ آلیا پیو کو بغل میں
یہ لذت پھر نہ پایا جز اجل میں

دیکھا آغوش میں وو ماہ تاباں
ہوا شوخی اوپر زیادہ شتاباں

آنچل کا ابر چندر سوں اوچایا
ڈلی بوسے کی مصری کی چورایا

غصے ہو موہنی وہاں سوں چلے ہے
جو دیکھا ہوش عاشق تلملے ہے

پشیماں ہو پچھے دوڑا ہے روتا
کہ مجھ عاشق پہ یہ کیا ظلم ہوتا

گناہ اتنا ہوا ہے نہ کروں گا
جو نیں بیٹھو گے میں جیو دے مروں گا

کشش دل کی ہوئی بیٹھی ہے موہنی
کشش میں عشق کے سودا کی بھنی

اپس کے روبرو اوس کو بٹھائی — کبھی اپنے پاس دائی کو بولائی
کہی طالب کو موہنی کیا کرے گا — بکٹ ہے عشق توں ناحق مرے گا
ہندو میں اور مسلماں توں دیولانے — وصل کیوں کر بنے اتنا نہ جانے
مجھے تیری جوانی حیف آتا — کہ ناحق غم منے جیو کوں گنواتا
یہ سن کر آہ کھینچا ہے بچارا — کہ گر جاؤں گا تیرے غم میں مارا
اچھوں گا سرخرو روز قیامت — بلا دوری ہیں ہوں تیرا سلامت
رضامندی ہے تیری مجھ کو مطلوب — میرے پر جو بلا آوے وو ہے خوب
میرا دل اے سجن دانا خدا ہے — تجھ اوپر روز ادل سوں فدا ہے
یہ کہتا اور انجھو کے سیل جاری — کیا تھا اور دیکھا یا بے قراری
یہ کہہ کر غم سراسر کھوتا تھا — اپس کا درد و دکھ سب بوتا تھا
اِتا یہاں سوں کہوں جیرا کا احوال — بدی کا اس کے سارا حال اور قال
جہاں میں جس کی نعمت بے مزا ہے — عمل جیسا کرے ویسی سزا ہے
بدی یا وے بدی پر کر چلے توں — کتے یک ہات دے یک ہات لے توں
بھلی کہتی بھلی ہے کچھ بھلائی — برے ہیں دستی ہے ساری برائی
بدی کے باغ میں نارنگ نا بو — بھلا منگتا بھلائی کا تخم بو
بدی عاقل کے آگے مرتدی ہے — نکوئی نیک را بد را بدی ہے
بدی مت کر فنا کی راہ ہے بیش — سنا نیں چاہ کن کو چاہ در پیش
اپس کے عمر کو جگ میں گنواتا — کہ یک چیونٹی کے دل کو نا دوکھاتا
نکوئی کرتے ہیں مردان آگاہ — برا منگتا کسی کا لعنت اللہ
برے لوگاں سوں دنیا پاک بہتر — برے کے سر کے اوپر خاک بہتر

برائی کا برا نت مستحق ہے / برے کا دفع ہونا فضل حق ہے
وو چیرا نت برائی کا خریدار / سیہ رو بد گہر بدرگ دل آزار
ذرا سویا بھی اوٹھ بیٹھا ہے ملعون / بدی کا جوش مارا تن منے خون
شتابی سوں چلیا سٹ کر نہالی / گیا حجرے منے دیکھا ہے خالی
غصے سوں دانت اوپر پیسیا ہے دانتاں / گیا ہے یوں اپس میں آپ باتاں
کہ طالب کو لگا کر عشق دائی / اوسے کٹنی نے موہنی سوں ملائی
وو غنڈا عاقبت لایا خرابی / سر اوس کا کاٹنا جا کر شتابی
گیا نیں ایکدم چلنے کے تئیں دیر / لیا ہے ہات میانی تیز شمشیر
نہ تھی شمشیر برق جاں ربا تھی / نہایت سخت تھی ظالم بلا تھی
نہ جوہر چین پیشانی میں ڈالے / رکت پیاسی زباں باہر نکالے
کیا جب اوس کو کاریگر وو گیانی / دیا تھا زہرۂ شیراں کا پانی
لے کر اوس کو آپس کے ہات بدذات / گیا ہے باغ کو دوپہر تھی رات
دیکھا تو باغ کا دروازہ ہے بند / کیا بھی یک برائی کا لوا چھند
یکایک جھاڑ تھا اوس پر ہوا سوار / بزاں اس جھاڑ سوں کودا ہے دیوار
گیا اول محل کے پاس اہستہ / کہا دل میں وو یہاں ہرگز نہ دستا
کسی کونے میں وو اکثر اچھے گا / بھی اوس کا اوس کنے دلبر اچھے گا
تفحص کر کے کھوج اوس کا نکالوں / خلل صحبت میں اون دونوں کے ڈالوں
اگر دیکھوں گا دونو ایک جاگے / غنڈے کے سر کے تئیں کاٹوں گا آگے
پکڑ اوس دائی کی چوٹی پچھاڑوں / طمانچے لات بھی موہنی کو ماروں
یہ کہہ کر باغ میں پھرنے لگا ہے / غضب سوں ہر طرف گرنے لگا ہے

چھپے جھاڑاں منے دو دشمن جان　　ایدھر دیکھے اودھر دیکھے دھرکان
قضارا اوس وقت معشوق و عاشق　　نیاز و ناز میں ہر ایک لائق
اپس میں روبرو بیٹھے اتھے وہاں　　اتھی دائی دو دونو کی نگہبان
عشق اور حسن تھے آپس میں دمساز　　ایدھر سوں اور اودھر سوں جوش میں ناز
مرے میں ہوش سب کھوتا تھا طالب　　کبھی ہنستا کبھی روتا تھا طالب
جدھاں رووے درد باہر نکالے　　اول آخر کو کھینچے آہ و نالے
اتھا جیرا تفحص میں شتاباں　　سنجھا دیکھے خیاباں در خیاباں
بھنک نالے کی سن کر تلملا ہے　　پکڑ قبضہ اودھر جیتا چلا ہے
ننگے پاواں چلیا بدرگ آہستہ　　ترنگ ہو بجا رہا تھوڑا سا رستا
قضارا اوس جگہ ایک ناگ ہوتا　　کہ ایسا ناگ کم دنیا میں ہوتا
جدھاں کے پاس وو انساں کی پاتا　　کنڈل مارا زمیں سوں پھن اوچاتا
کنڈل وو حلقۂ زلف بلا تھا　　زہر اس ناگ کا قہر خدا تھا
اگر اوس کے زہر کا ایک قطرا　　پڑے جل میں نہنگاں کو ہے خطرا
زہر کا جوش اوٹھے جیوں باٹ وصل میں　　جلیں سب جانور جاندار بل میں
غلام شوم پر وقت خطر تھا　　غضب میں اور غصہ میں بے خبر تھا
دیکھا طالب کو نعرہ سخت مارا　　قدم ناگ اوپر آیا جیوں پکارا
قدم پڑتے میں کاٹا ران کو ناگ　　پڑی اس ران میانے زہر کی آگ
بیتے پر بھی کھڑا ہو نیں رہا ہے　　اوچھل کر جلد طالب کن گیا ہے
چلایا زخم طالب نے بچایا　　درخت اوپر وو زخم تیغ آیا
زہر اتنے میں بدرگ کو چڑھا ہے　　رہی نیں تاب و طاقت گر پڑا ہے

یہ فتنہ جب اوٹھا موہنی و دائی　　بہت بھیاں قیامت جونکہ آئی
دکھیت یکبار گی دیو اجل کو　　بری حالت سوں نہاٹیاں وو محل کو
ایدھر چیرا اگرا اور جیو دیا ہے　　تعجب اوس سوں طالب نے کیا ہے
کہ یہ بدرگ بہت گرم غضب تھا　　زخم یک مار کر گرنا عجب تھا
نزیک آکر اوسے جتنا ہلایا　　اثر کچھ روح کا اوس میں نہ پایا
خدا کے کھیل پر شاکر ہوا ہے　　دلے حیراں کہ یہ کیوں کر موا ہے
ڈرا دل میں کہ تھی حالت عجائب　　نہ دیکھا باغ میں رہنا مناسب
نکل کر وھاں سوں حجرے کو چلا ہے　　جدائی سوں سجن کی تلملا ہے
پھر یک رات تھی باقی جو آیا　　فکر میانے کہ یہ کیا تھا خدایا
ایدھر موہنی وو خوبی میں امولی　　گئی جب سیجہ میں دائی کو بولی
کہ چیرا نے میرے طالب کو مارا　　میرا دل خوں ہوا ہے تن میں سارا
توں طالب کی طرف جا کر نظر کر　　موا یا جیوتا مجھ کو خبر کر
گئی دائی پڑا دیکھے ہے کوئی　　کہی دل میں کہ یہ طالب ہے روئی
اسے یھاں مار کر چیرا گیا ہے　　شہید بے گنہ مر کر رہا ہے
نزیک آکر جو خوب اوس کو پچھائی　　دیکھی چیرا گئی حیرت میں دائی
ہلائی اس کے تیں وو تو موا تھا　　زہر سوں ناگ کے نیلا ہوا تھا
نہ دیکھی اس نے طالب کا اثر وھاں　　موا دیکھی وہی یک بدگہر وھاں
تعجب کر کے وو دائی کہن سال　　گئی موہنی کنے بولی ہے احوال
شکر لب بھی بہت حیراں ہوئی ہے　　کہی طالب کہاں گریاں ہوئی ہے
نہ سویاں فجر لگ موہنی و دائی　　سحر جب صبح روشن مکھ دکھائی

نہ تھا رہنا چمن میں دلبراں کو — چلیاں سب باغ سوں اپنے گھراں کو
وو دلبر بھی اپس کے گھر کو آئی — سلامت ہے دیکھی طالب کو دائی
خبر پونچھی تو عاشق نے کہا ہے — زخم وو بار مجھ کو مر گیا ہے
سنائی جا کے موہنی کو بچاری — ہوئی خوش وقت دل میں وو پیاری
نہ بولی کچھ جو گزرا ایک پہر یوں — لے آیا باغ کا مالی خبر یوں
مہاجن کو کہا چیرا موا ہے — وو سن کر چونک اوٹھا یہ کیا ہوا ہے
کہا مالی غلام خاص تیرا — کہ جس کا نام تھا مشہور چیرا
چمن میں شاید آیا رات کے تیں — تجھے معلوم اچھے کس بات کے تیں
مدت سوں اوس جگا یک ناگ اچھتا — کہ اوس کے زہر سوں نا کوئی بچتا
اونے کاٹا ہے وو بیشک موا ہے — زخم ہے پاؤں میں تن سب بھرا ہے
مہاجن سر اوپر تب خاک ڈالا — یہ غم سوں پیرہن میں چاک ڈالا
گیا گھر پیچہ پوچھا گلبدن کو — کہ چیرا کیوں موا جا کر چمن کو
صنم بولی غضب اس پر ہوا ہے — بلا جانے موا کیوں کر موا ہے
جو کوئی جیسا کرے پاوے گا ویسا — وو شوم بدگہر موذی تھا کیسا
جواب اس ستم بیٹی سوں جو پایا — بہت جل بل کے ہندو باہر آیا
گئے ہندواں سکل اکھواں بہائے — او جا کر لوتھ چیرا کی لے آئے
لگائی بدگہر کے آگ تن میں — اجھوں جلتا ہے وو زنگی اگن میں

مکر انگیختن مہاجن و شہرت دادن کہ موہنی مردہ است
و دیدن طالب تابوت دروغ را و غمگیں شدن او
و رفتن بر سر چاہ و خود را در چاہ انداختن۔

عزیزاں یہ جہاں فانی سرا ہے — دغا کھایا جن اوس پر دل دیا ہے
یہ گھر غربت کا ہے اس بیچ سکھ نیں — متاع اس گھر کا غیر از درد و دکھ نیں
فلک نت راستے سوں سکھ چھپاتا — ذرا شادی دیکھا کر غم بھجاتا
رحم نیں اوس کو ہے بیدرد پیشا — نوا فتنہ مچاتا ہے ہمیشہ
نہیں آرام جگ میں یہ بنا ہے — کتے آخر فنا آخر فنا ہے
ہر یک حیلے ستی اس گھر سوں جانا — غرض جانا ہے وو حیلہ بہانا
فنا ہوے گا نت جگ میں پکارا — کریں کیا اے برادر نیں ہے چارا
جو کوئی ہے اس پہ مرنے کی بلا ہے — ولیکن نام کر مرنا بھلا ہے
جہاں کے غم سوں بیزاری سدا کر — پرت کی راہ اوپر جیو فدا کر
محبت کی جو کوئی رہ پر موا ہے — بکو نام اس جگت میانے ہوا ہے
بھلا وو جو فنا میں نام کیتا — موئے فرہاد و مجنوں ناؤں جیتا
کہو شہہ باش طالب جاں فدا کو — کہ نیں چھوڑا ہے مرتے لگ وفا کو
وفا کی رہ میں ثابت جیو دیا ہے — جہاں جن بد گہر نے کیا کیا ہے
مرا جب روسیہ ناپاک بچیرا — ہوا ہندو کے دل کو غم کا گھیرا
اول بچیرا کا مرنا اور ڈوجا یو — کہ موہنی عشق کی مائل دیکھا وو
سنایا تھا اوسے بچیرا کہ دائی — سدا کرتی ہے طالب سوں بھلائی
اگر میں نا اچھوں یک دن لجاتی — کہ دائی اون کو خلوت میں بلاتی
جہاں جن کو فکر طالب کی آئی — بھی دھاک حاکم کی اس کا جیو ڈرائی
کہا ہے آپ اپس کے دل ستے یوں — اتا غنڈے سوں خاطر جمع اچھوں کیوں
اتھا سو ایک وو بچیرا نگہباں — خبرداری کرے کون اس وفا وہاں

جتنے یہ کام سونپوں گا دو دائی — ادسے پھسلا کے لادے گی بورائی
اول دائی کے تیں گھر سوں نکالو — بزاں بھی یک فکر کی چال ڈالوں
کہ غنڈا مر کے جاوے آپ سوں آپ — کسی کے سر پہ اس کا نا اچھے پاپ
نہ مانگے ہم سوں حاکم خوں بہا کو — بچاؤں اپنی چھوری سوں بلا کو
تہا جن کی ۔ہن احمد نگر میں — اتھی ادس وقت یک ہندو کے گھر میں
اول دائی کے تیں ادس کن چلایا — .بہت اس غم سوں موہنی کو رلایا
دیا بھی دو[۲] نفر دائی کے سنگات — کہ ادس کو لے کے جاویں دیس اور رات
جدھاں دائی گئی یک مکر ساندا — کمر عاشق کی بدخواہی پہ باندا
اتھا حجرے میں حجرا ادس کے گھر میں — نہ آتا وو مکاں ظاہر نظر میں
دٹا کر موہنی کوں خواہ ناخواہ — چھپایا اس جگہ یہ کیا کیا آہ
کیا حجرے کے دروازے کے تیں بند — پڑی وہاں دلربا غم میں دردمند
دیا شہرت کہ ہے .بیمار موہنی — بڑا کچھ پائی ہے آزار موہنی
بجز دائی کہ تھی صاحب فن عشق — اتھے سب گھر کے لوگاں دشمن عشق
دکھانے کو طبیباں کو بولائے — مکر کر نین سوں انجھواں بہائے
دعا کرنے لگا طالب .بچارا — کہ بیگی سوں شفا دے کردگارا
ہر یک دم گھر کے لوگاں یوں سنائے — کہ کچھ آزار کم ہوتا نہ پائے
یکایک تیسرے دن سر پچھاڑے — پکارے اور گریباناں کو پھاڑے
بھتر باہر پڑیا غوغا و فریاد — کہ ادس پھونڈی بخت سوں داد بیداد
شکر لب موہنی سی دلربا کوں — چنچل اچپلی چھبیلی خوش ادا کوں
.جہاں سوں لے گیا .بچاں سوں لیا — یہ پیر مرنے کیا ماتم بچھایا

ہزاراں حیف اوس کی نوجوانی — بچن گوہر-لباں لعل رمّانی
ہزاراں حیف وو زلفاں وبالاں — وو قد جیوں جلوۂ نازک نہالاں
ہزاراں حیف وو دو نین کالے — کہ دھوم آدھی نگہہ سوں جگ میں ڈالے
جدھاں اس قسم ماتم کر دیکھائے — جگت کا دل کو رڑائے اور دکھائے
مکر کے بھی لگے ہیں کرنے کاماں — جو کچھ کرتے ہندو مُردے کا ساماں
ہریک چھاتی پٹا اور سر کو کوٹا — نکالے گھر سوں یک تابوت جھوٹا
دریغ وحیف واویلا مچائے — فغاں جھوٹی محبت کا اوچائے
نہ واقف مکر سوں باہر کے لوگاں — مگر ہندو اور اس کے گھر کے لوگاں
سکل یک موٹھ ہو کرتے تھے زاری — نہ تھی وھاں مہرباں دائی بچاری
کہ ڈالے یہ خبر عاشق کے جا کان — تیری جیتی ہے جاناں لتوں نہ دے جان
یہ غوغا سن کے طالب نے جو پایا — کہ ابر مرگ نے چندر چھپایا
لگی ہے دل میں برچھی از رہ گوش — گرا ہے مار نعرا اوڑ گیا ہوش
رہا بے ہوش یکدم بھی اوٹھا ہے — نفس نے زخم دل کا لہو گھوٹا ہے
ننگے سر ہو چلا تابوت کے سات — سر اوپر اور سینہ پر مارتا ہات
کہے ہنداں کہ کیوں سر پھوڑتا ہے — موے پر بھی اوسے نیں چھوڑتا ہے
بڑا بے شرم عاشق بوالہوس ہے — کہ دلبر مر گئی تجھ میں نفس ہے
او طالب عاشق صاحب وفا تھا — عشق میں روز اول سوں فدا تھا
یہ طعنہ جب سنا غیرت میں آیا — وو دڑولی سوں اپس کا مکھ پھرایا
کہا کیا جاؤں اودھر فانی ہے جانی — میرا جیو پر بلا ہے زندگانی
خجالت ہے مجھے مرنے منے ڈھیل — کہ اوفو بالعہود ہے حکم تنزیل

دنیا کا میں اتا پانی پیوں حیف — مری موہنی اور اس بن میں جیوں حیف
گیا بائیں اوپر جان یار جانی — ہمیشہ وہاں ستی لے جائے پانی
بہت گہری بہت ڈونگی اتھی وو — کہ گرداب بلائے جاں اتھی وو
وفا کا جوش دل میانی اوٹھا ہے — جو شیشہ اس کی ہستی کا پھوٹا ہے
نظر آیا تمام آفاق کالا — ایس کو بے دھڑک بائیں میں ڈالا
گرا اور جیو دیا سرنیں اوچایا — فنا مشتاق یک غوطہ نہ کھایا
ایس محبوب سوں آگے وفا میں — قدم ڈالا ہے اقلیم فنا میں
عبث جاں اوس نے اپنا نیں گنوایا — کہ بھیجا جان و جاناں کوں بلایا
اتھا وہاں یک نفر ہندو کا موجود — گیا دوڑا مہاجن پاس مردود
خبر جا کر بھی چا کر یوں گرا ہے — کہ غنڈا بائیں میں گر کر مرا ہے
مہاجن سن کے بیگی سوں نہ آیا — چھوٹے تابوت کوں ناحق جلایا
اگرچہ خورم اپنے دل میں تھا بہت — ولے حاکم کا ڈر بھی دل میں تھا بہت
رہے وہاں دیر لگ ہندوان مکار — کرے ماتم نکالے نالۂ زار

خبر یافتن موہنی از مردن طالب و دیوانہ شدہ و خود را در ہموں جا انداختن۔

وفا کا جب اٹھا جگ میں اوازا — ہوا ہے گفتگوئے عشق تازا
عشق ہے شیر یک ظالم غصہ دار — سمجھ کر اوس انگے ہونا نمودار
جدہاں دو ایک دل دل سوں ملائے — پھتر کوں بل میں پانی کر کلاوے
اگرچہ عاشق مسکیں نہ مانا — سدا ہے اس کے تیراں کا نشانہ
ولے بعضے وقت وو رہزن ہوش — جو ڈالے دل منے معشوق کے جوش

وفا کی راہ پر بے شک مرے وو   قدم عاشق اوپر ثابت دھرے وو
غرض یہ عشق ہے یہاں درد ہی درد   برابر ہے اوس آگے عورت و مرد
جو چاہے سو کرے اوس کا ہے فرماں   نثار اوس کے قدم پر کفر و ایماں
جو وو بخشے کفر کو حکم رانی   کرے صنعاں سا عابد خوک بانی
جو بھیجے دل اوپر ایماں کا فرماں   کرے موہنی کو یک دم میں مسلماں
وہی عشق اوس کے تئیں کھینچے لجاوے   بقا کے گھر میں عاشق سوں ملاوے
خبر ماتم قیامت کی جو لایا   قصہ میں یہ بیاں غم کا سنایا
کہ تھی موہنی مکان تنگ میانی   نصیبوں سات اس دن جنگ میانی
کتی تھی جیتے جی مارے ہیں مجھ کو   قبیلہ دشمنی سارے ہیں مجھ سو
میرے عاشق کا سن کر کیا اچھے حال   ہمن دو لو یہ نکلی ہے بری فال
یکایک ایک ہندوانی خبر کو   گئی کھولی ہے اس حجرے کے در کو
کہی خوش وقت موہنی کو اہستا   اتا غنڈا مرا ہرگز نہ دستا
گھڑا بائیں نے خالی ہوا ہے   خبر تجھ موت کی سن کر ہوا ہے
ہوئی دل بیچہ موہنی سخت دلگیر   خبر سن کر جگر میانی لگا تیر
کمند عشق کا جذبہ ہوا زور   شکر لب کے پڑا دل میں بہت شور
ننگے سر اوٹھ کے دوڑی اور ننگے پاؤں   زلبس جلدی نہ پائی پاؤں کی چھاؤں
پیچھے دو باندیاں دوڑیاں و دریاں   دو پہونچی بائیں اوپر دشمن جاں
بہت تھی خلق وہاں غم کور ہی سوس   سکل کے لب اوپر انگشت افسوس
نظر بائیں میں ڈالی وو وفادار   کری ہے دین کے کلمہ کا تکرار
مسلماں ہو کے دھر کر صدق و اخلاص   گری اوس میں گئی مشتاق کے پاس

ہزاراں آفریں اوس کی نیت پر — وفاداری پر اوس کی اور ہمت پر
ایس کو غم سوں کر فارغ وو دو یار — لیے آغوش میں بے وہم اغیار
جو پونچیں باندیاں وو گر چکی تھی — خفا ہو زندگی سوں مر چکی تھی
گیا دوڑا مہاجن پاس درباں — کہ گیا بیٹھا ہے تیرا گھر اباداں
نکر تیرا تیرے سب پاس آیا — کسی نے جا کے موہنی کو سنایا
کہ عاشق پاک بائیں میں گرا ہے — تیرے مرنے کے تیں سن کر موا ہے
اوسی ساعت ہوئی سن کر دیوانی — ایسی بیخود کہ خود کو نیں پچھانی
شتابی دوڑ بائیں میں گری ہے — مرا ہے جیوں کے طالب تیوں مری ہے
مہاجن پر غضب نازل ہوا ہے — سنا یہ بات بریاں دل ہوا ہے
دکاں ماتم کی جھوٹ اس نے رچا تھا — اتا ماتم جو پیش آیا سچا تھا
خجل جھوٹا پشیماں ہو چلا ہے — سکل ہندواں کا غم میں دل جلا ہے
شتابی روتے روتے چل کے آئے — بہت پیر اک بائیں میں کو دائے
نکالے لوتھ دونو مبتلا کی — عجب دیکھے ہیں دھاں قدرت خدا کی
دونو تن ایک ہو کر مل رہے تھے — وو ایک دل ایک تن یک من رہے تھے
وو دو یار ایک ہو کر یوں رہے مل — کہ آپس سوں جدا کرنا تھا مشکل
ہجوم عام تھا دھاں پیش و پس کو — سمانے کو نہ تھی جاگا نفس کو
بڑا چھوٹا جو دھاں حاضر کھڑا تھا — یہ حالت دیکھ حیرت میں پڑا تھا
کہ پونچی ناگہاں حاکم کی سواری — مہاجن پر بڑی آئی ہے خواری
خبر سن کر اونے سواری کیا تھا — بہت غم اپنے دل میانی لیا تھا
جو دھاں سواری کے لوگاں چل کے آئے — ہجوم عام عالم کو دٹائے

پراگندہ ہوئے لوگاں دیئے راہ — ادن پر حاکم آیا کھینچتا آہ
دیکھے کیا ایک تن دو نوں ہوئے ہیں — وفاداری سے ثابت موئے ہیں
سرانے ادن کے بیٹھا جیو کڑایا — نین سوں زار زارا انجھو بہایا
بڑاں بولیا مہاجن کوارے شوم — تیرے بکراں سوں ماتم کا اوٹھا دھوم
بد اختر کیوں مکر بازی کیا ہے — کہ جیو معشوق و عاشق کا لیا ہے
مہاجن ہوت اپنی نیں دکھاتا — کہا یہ سب نصیبی کا لکھا تھا
ہوا جو کچھ کہ تھا تقدیر میانی — ستم ہونا ہمن پر دہر میانی
شتابی اپنی لڑکی کو لجانا — جدا نیں ہوتے دو نو کو جلانا
گئے تھے غم سوں حاکم کے سکل ہوش — غضب کا ادر غصہ کا بھی اٹھا جوش
کہا بدرگ مسلماں کو جلاتا — اجھوں بی مجھ انگے شوخی دکھاتا
یہ دو نو کو قتل توں نے کیا ہے — تجھے سر کاٹنا تیرا روا ہے
مہاجن ڈر کے زاری کر پکارا — کیا جلاد کو حاکم اشارا
نہ تھا جلاد تھا قہر الٰہی — غصہ میں نت اچھے خواہی نخواہی
بلا تھا اوس کی ترکیب مت پوچھ — گئے تجھے کان میں دو نو نیں موچھ
نبی بینی وو جیوں کرنا نمانتی — نفس اوس پیچ ماتم کی صدا تھی
نین اس کے اچھے دو لہو بھرے طاس — کیا دیکھ اوس کو ملک الموت بسواس
ستم کرنا گیا نیں بھول ہرگز — نہیں سونگا رحم کا بھول ہرگز
حکم پر منتظر موجود جلاد — شتابی سوں نکالا تیغ بیداد
غلاف اندر دو تیغا اژدہا تھا — ستیا جب پچلی وو عالم ربا تھا
لیا تھا خنجر مژگاں سوں تندی — کہ نیں کرتا تھا خونریزی میں گندی

گنہہ گاراں کا سینہ دم میں چیرا
کہ خون دل سوں تھا اوس کا خمیرا

لگا تیغا وو بدگوہر کی گردن
جدا ہو سر گرا لڑنے لگا تن

تھا جن کا جو سر حاکم نے کاٹا
ہریک ہندو جو وھاں حاضر تھا ٹھاٹا

بزاں حاکم نے اہل دیں بولایا
غسل دے کر وو دونو کو اوٹھایا

نماز اول کیا با نیت پاک
بزاں اون پر اوڑایا چادر خاک

ہوئے ہیں دفن دونو یک قبر میں
وصل پائے ہیں تت جنت کے گھر میں

کہانی عشق کی اس قسم کم ہے
وفاداری وو دونو پر ختم ہے

وو دنیا سوں گئے ہمنا کو جانا
ہریک حیلہ ہے جانے کا بہانا

خاتمۂ کتاب واللہ اعلم بالصواب

نگارش پر قلم نے طے کیا راہ
قصہ پورا ہوا الحمد للہ

نہیں قصہ عروس دلربا ہے
رنگیں ہے شوخ ہے شیریں مزا ہے

فصاحت کو نوے کپڑے پنھایا
نزاکت اوس میں نمکیں کر دکھایا

ہریک حرف اوس میں ہے خط بنا گوش
ہریک نقطہ دسے خال سیہ پوش

ہے سوز و درد کا اوس میں سرانجام
کہ یھاں بیدرد لوگاں کا نہیں کام

یہ بزم عشق واکہ نے سنوارا
نوائے سوز کا ڈالا پکارا

بچن کا یک نوا شیوہ دکھایا
ہندی اور فارسی دکھنی ملایا

فکر کا صاف بانٹا تار اول
بزاں گوہر پرو دیا ہے مسلسل

یہ مالا گردن دانش کا ہے ہار
مجھے ہے جیت اس فن میں نہیں ہار

قصہ ہے مختصر کچھ نیں ہے لنبا
لقب پایا ہے دنیا میں اچنبا

یہ یک قطعہ ہے جنت کے چمن کا
نہ دستا رنگ اس آگے پھول بن کا

نہ سمجھیں اوس کے تیں حرانش کنایاں چکھیں گے لون اوس کا دل کبابا
مجھے گر عشق کا فرماں نہ ہوتا قصا موزوں یہ اس عنواں نہوتا
الٰہی جب تلک گل باغ میانے کھلے لالہ بہار داغ میانے ۱۰۵۵
یہ قصہ کا سدا رنگیں اچھے باغ بچن کے حاسداں کا دل اچھے دراغ
عشق کے طالیاں مطلوب پاویں
اُمید داراں کے اُمیداں بر آویں

تمام شد قصۂ موہنی و طالب
بعون اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر زور صاحب کی دوسری مرتبہ کتابیں

جن کے ساتھ تحقیقی اور تعارفی مقدمے اور مصنفوں کے حالاتِ زندگی شامل ہیں۔

۱۔ کلیات محمد قلی قطب شاہ (مطبوعہ مجلس اشاعتِ دکنی مخطوطات)
۲۔ تاج الحقائق۔ ملا وجہی ملک الشعرائے گولکنڈہ (زیرِ طبع " " ")
۳۔ ارشاد نامہ۔ شاہ برہان الدین جانم بیجاپوری (" " " ")
۴۔ قصص خوب ترنگ۔ خوب محمد چشتی احمد آبادی (مقدمہ بہ زبان فرانسیسی)
۵۔ تذکرۂ گلزار ابراہیم۔ علی ابراہیم خاں خلیل (مطبوعہ انجمن ترقی اردو۔ دہلی)
۶۔ فیض سخن انتخاب کلام میر شمس الدین محمد فیض (مطبوعہ ادارۂ ادبیات اردو)
۷۔ رمز سخن " سدانند جوگی بہاری لال رمز (" " " ")
۸۔ بادۂ سخن " ڈاکٹر احمد حسین مائل (" " " ")
۹۔ کیف سخن " رضی الدین حسن کیفی (" " " ")
۱۰۔ متاعِ سخن " نواب عزیز یار جنگ عزیز (" " " ")
۱۱۔ مکتوبات شاد عظیم آبادی۔ سید علی محمد شاد (" " " ")
۱۲۔ شاد و اقبال۔ مکتوبات علامہ اقبال و مہاراجہ شاد (" " " ")
۱۳۔ منتخبات شعرائے اردو (زیرِ طبع۔ ساہتیہ اکاڈیمی۔ نئی دہلی)